

ہندوستانی کلچر

خطبہ پریم جسٹ

جس کو صاحب موصوف نے بیانیت صدر

میور اسٹٹ سلم اپریشن کا نفرن

کے اجلاس میں ۱۸ جون ۱۹۳۷ء کو

بقام میور پڑھا

اور جس کو دھرم استقلال رسالہ کے خطیب صدر نے

دفتر کتابہ الحمدی میلا پور دراس

سے اور سکریٹری

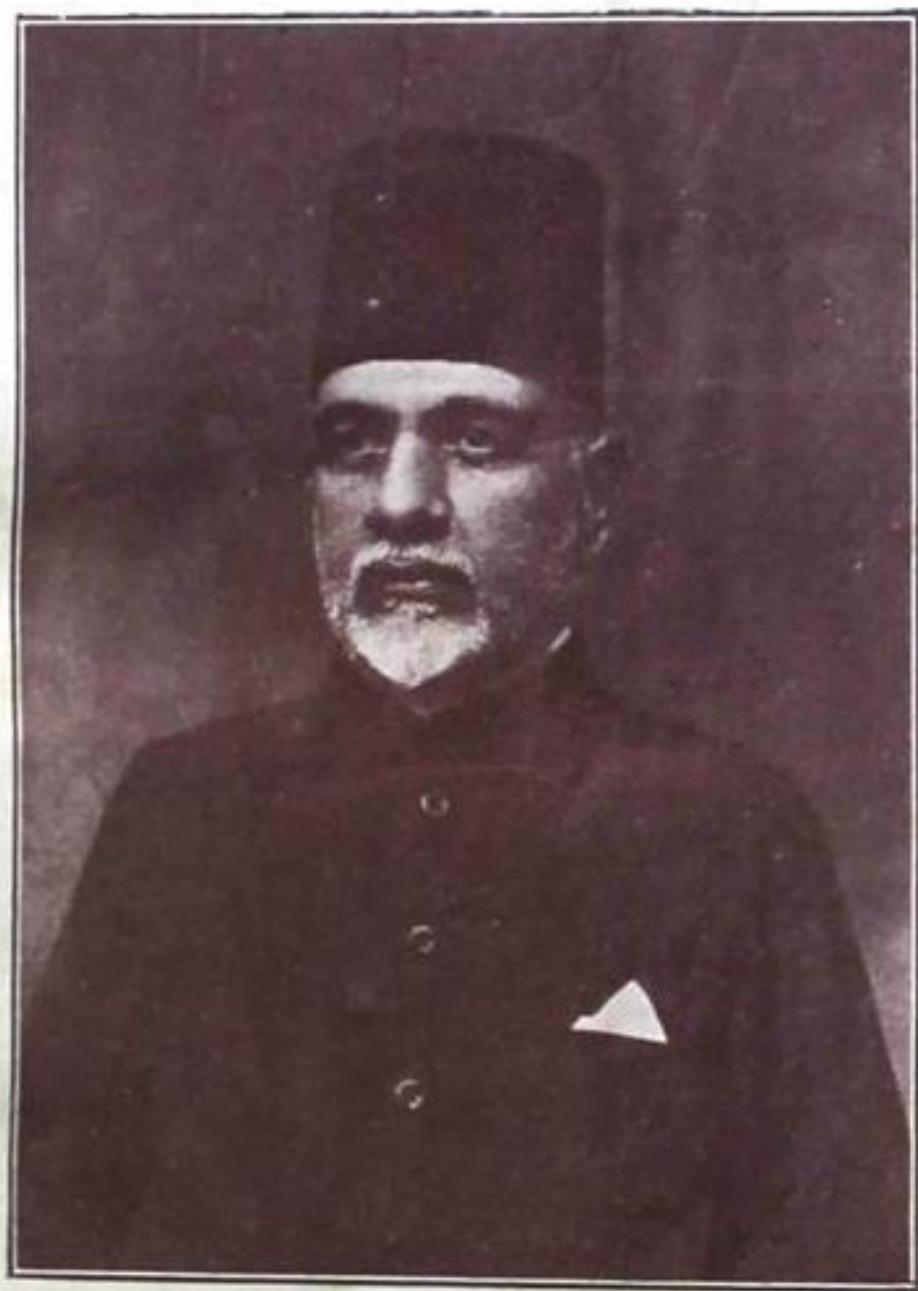
میور اسٹٹ سلم کا نفرن

نے شہر میور سے مشایع کیا

اس مہتمم باشان لعنوں

پر جہاں تک مجھے علم ہے، یہ پہلا مضمون
ہے جو شایع ہوا۔ اس کے متعلق اگر قارئین
کرام اپنے خیالات کو قلم بند کر کے، اور
دیدیں جراید اپنے نقد و تبصرہ کے نقول کو
راہم الحروف کے پاس روانہ فرمائیں گے تو وہ
باعثِ سرت و منت ہو گا۔

میلاد پور
یعقوب حسن
حدائق



Moulana Yakub Hasan
PRESIDENT
MUSLIM EDUCATIONAL CONFERENCE
MYSORE

17th JUNE 1932

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

كُفَّاْعَمَدَ لِلّٰهِ الَّذِي أَنْزَلَ عَلٰى عَبْدِهِ الْكِتَابَ وَلَمْ يَجْعَلْ لَهُ عَوْجَاهًا عَوْجَاهًا
 هُوَ الَّذِي بَعَثَ فِي الْأُمَّاتِ رَسُولًا مِّنْهُمْ يَتَّلَوُ عَلَيْهِمْ آيَاتِهِ وَيُرْكِيْعُهُمْ
 وَيَعْلَمُهُمُ الْكِتَابَ وَالْحِكْمَةَ وَإِنْ كَانُوا مِنْ قَبْلٍ لَّفْيَ ضَلَالٍ مُّبِينٍ ⑦ عَجَمَعَ
 مَا يَتَّهِمُ الَّذِينَ أَسْنَوْا أَصْلَوْا عَلَيْهِ وَسَلَّمُوا أَسْلِيْمَهُمْ ⑧ عَجَمَعَ . احْرَاب

بِرَاوِرَاں وَتُواہِرَاں مِسْوَرٌ !

قَادِرٌ قَالَ رَبُّكَ لِلْمُلْكِ كَمَا إِنِّي جَاعِلٌ فِي الْأَرْضِ خَلِيفَةً ۚ قَالُوا أَنْجَعَلُ
 فِيهَا مَنْ يَفْسِدُ فِيهَا وَيَسْفِدُ الرِّمَاءَجَ وَخَنْ نَسْبَحُ بِحَمْدِكَ وَنَقْدِ سُ
 لَكَ ۖ قَالَ إِنِّي أَعْلَمُ مَا لَا تَعْلَمُونَ ۝ عَجَمَعَ بَقْرَهَ .

زَمِنِ کی خلافت ایک دن اللہ نے فرشتوں سے کہا کہ میں زمین
 تو زمین میں ایسے کو خلیفہ قائم کرنا چاہتا ہے جو اس میں فساد کرے اور خون بھائے
 تھا لانگھے ہم تیری حمد کے ساتھ تیری تسبیح کرتے رہتے ہیں اور تیری تقدیس کرتے رہتے

ہیں۔ اس پر خدا نے فرمایا میں جو جانتا ہوں وہ تم نہیں جانتے۔

علییخ: اس کو کہتے ہیں جو اپنے سے اعلیٰ کا قائم مقام یعنی نائب ہو۔ جس زمین پر انسان بیا گیا ہے وہ نظامِ شہسی میں اُن آٹھ کروں کا ایک کردہ ہے جو سورج کے گرد دورہ کرتے ہیں۔ راتوں کو جو آسمان پر چکر لگاتے ہوئے تارے نظر آتے ہیں اُن میں کچھ تو سیاہے ہیں اور کچھ تارے یا ثوابت۔ سہ ایک ستارہ ایک سورج ہے جس کے گرد ادر کرے اسی طرح چکر لگاتے ہیں جس طرح ہمارے سورج کے گرد ہماری زمین کے علاوہ ہمارے عالم کے اور سات سیارے دورہ کرتے ہیں۔ اس سے اندازہ ہو سکتا ہے کہ خدارب العالمین کی حکومت لاکھوں کڑوں کروں عالموں پر ہے، جن میں ہماری زمین اور ہمارا عالم کسی شمار و قطوار میں نہیں۔

خدانے ارادہ کیا کہ اس زمین پر انسان کو اپنا غلیظ یعنی نائب قائم کرے۔ اس خلافت کی تحریک اسی وقت ہو گی جب انسان انسانیت کے اس درجہ اکمل کو پہنچیگا جس پر اس کا پہنچنا خدا کا ابتداء سے مشتمل ہے۔ اس نے خلافت الہی حاصل کرنے کی صلاحیت انسان کی سرشنست میں رکھی گئی کیونکہ خدا تعالیٰ نے انسان کے قالب میں اپنی روح پھونکی اور اس کو اپنی فطرت پر بنایا فیطرَتَ اللَّهِ الَّتِي فَطَرَ إِنَّا سَعَى لَهُمَا (اللہ کی فطرت جس پر اس نے انسان کو پیدا کیا) ④ بعدِ روم یعنی اُنہم نے انسان کو احسن تقویم (یعنی بہترین صورت) پر پیدا کیا ⑤ اس پر اس کی ستم طریقی دیکھئے کہ فرماتا ہے:۔۔۔ پھر ہم نے اسے آسفلَ السَّافِلِينَ نیچوں سے نیچے لوٹا دیا ⑥ "مگر جو لوگ ایمان لاتے اور زیکر کام کرتے ہیں" وہ تو فطرت الہی اور حسن تقویم پر قائم رہتے ہیں اور ان کے

لئے بے انتہا اجر ہے” ⑤ یعنی۔ انسان کے بالا خلافتِ الٰہی کے درجہ مُہٹتی کو پہنچنے کا ذریعہ علم ہے۔ اس کا پہلا سبق انسان کو اس طرح پڑھایا گیا کہ ”اللہ نے آدم کو سب (چیزوں کے) نام سکھا دئے، پھر ان (چیزوں) کو فرشتوں کے سامنے کیا اور فرمایا مجھے ان کے نام بتاؤ اگر تم سچے ہو ⑥ وہ بولے تو پاک ہے، ہم کو معلوم نہیں مگر جتنا تو نے ہم کو سکھایا۔ بے شک تو علم والا، حکمت والا ہے“ ⑦ فرمایا اے آدم! ان کو ان (چیزوں) کے نام بتاؤ۔ پھر جب اس نے ان کو ان کے نام بتا دئے، فرمایا کیا میں نے تم سے تم سے نہیں کہا تھا کہ میں آسمانوں اور زمین کے غیب ریغے پوشیدہ باتوں کو خوب جانتا ہوں؟ ⑧ یعنی بقرہ۔ خدا کے پاس آسمانوں اور زمین یعنی کل کائنات کا علم ہے اور اس خزانہ سے جس قدر ذخیرہ انسانوں کی کسی جماعت کو ملتا ہے، اسی قدر وہ جماعت خصوصاً اور نوع انسان عموماً خلافتِ الٰہی کے قریب تر ہوتی جاتی ہے۔

قرآن کا ارشاد ہے:- ”انسان پر زمانہ میں سے ایک وقت گذر چکا ہے۔ وہ کوئی چیز قابلِ ذکر نہ تھا“ ⑨ ہم نے انسان کو مخلوط لطفہ سے پیدا کیا ہے، اسے ہم آزماتے ہیں، سو ہم نے اس کو سننے والا، دیکھنے والا بنایا“ ⑩ یعنی دہر چونکہ خدا نے انسان کو سننے والا، دیکھنے والا بنایا، اس نے کافیں اور آنکھوں ہی کے ذریعہ سے رفتہ رفتہ اتنا علم حاصل کر لیا کہ اس حالت سے کہ ایک زمانہ میں وہ کوئی چیز قابلِ ذکر نہ تھا، وہ اس حالت کو پہنچ چکا ہے جس پر کہ اس کو اسی حالت میں دیکھتے ہیں۔

ترقی کے مدارج۔ اس عظیم انسان ترقی کے مدارج یہ ہیں: ”اللہ نے آن

سے پانی برسایا، پھر اس سے چھوٹیں میں سے تمہارے لئے روزی نکالی اور کشیوں کو تمہارے کام میں لگایا تاکہ وہ سمندر میں اس کے حکم سے چلیں، اور دریا دُن کو تمہارے کام میں لگایا ریتے ان کو تمہارے مارج کیا۔^{۱۴} ابراہیم جوں جوں انسان کا علم ٹڑھتا گیا وہ تین دن آسمان کی ہر چیز پر قابو پاتا گیا اور اس سے اپنا کام لینے لگا۔

”اور ہم نے داؤد کے لئے لوٹے کو نرم کر دیا۔ (اور کہا) اس سے چوڑی ترہیں بنا دیا اور ان کے بنانے میں (اندازہ پشی نظر کھوٹا۔۔۔ اور ہم نے سلیمان کے لئے پچھے چوٹے نانے کا چشمہ بہا دیا۔^{۱۵} ع سبام ۲۰۔

اور سنئے۔۔۔ سلیمان کے لئے ہوا کو (مطلع کر دیا تھا) کہ اس (ہوا) کا صحیح کو جانا ایک دن کے سفر کے برابر تھا اور اس کا شام بکھارنا ایک ماہ۔۔۔ ایک ماہ (کے سفر کے برابر) تھا اور اس کا شام بکھارنا ایک آج انسان کے لئے ہوا کی تسبیح اس درجہ تک بنتی گئی ہے کہ ہم طیارہ پر صحیح یا شام سیر کے لئے جائیں تو ایک دو گھنٹوں میں ہم اس قدر مسافت طے کر سکتے ہیں جس قدر کہ حضرت سلیمان کے وقت میں کوئی انسان پیدل چلکر یا اونٹ گھوڑے کی سواری پر ایک ماہ میں طے کر سکتا تھا۔

اور اللہ نے تمہارے کام میں لگایا سو برج اور پاند کو جو ہمیشہ پلنے والے ہیں اور رات اور دن کو بھی تمہارے کام میں لگایا۔^{۱۶} ع ابراہیم۔۔۔ کیا تم نہیں دیکھتے کہ اللہ نے جو کچھ آسمانوں میں ہے اور جو کچھ زمین میں ہے تمہارے کام میں لگا رکھا ہے؟^{۱۷} ع تھا یہ اللہ کی نشانیوں میں ہے کہ تمہیں بھلی دکھاتا ہے خوف اور امید دلانے کے لئے۔^{۱۸} ع روم، سواب تک تو ہم کو بھلی سے خوف ہی خوف تھا، اور اس سے امید کی جملک آتی بھی تھی تو صرف اس قدر کہ ان بادلوں سے جن کی رگڑ سے بھلی بیدا ہوتی

ہے، خدا کی نعمت برسیگی، مگر اس زمانہ میں جا کر یہ راز کھلا کر ہماری امیدیں جس قدر بھلی سے پوری ہو سکتی ہیں وہ کسی اور عنصر سے نہیں ہوتیں۔ ہماری زندگی کا شکل سے کوئی کام ایسا ہے جو بھلی سے نہ مخلقا ہو۔ وہ ہمارے نئے کھانا پکاتی ہے، ہمارے کپڑے دھوتی ہے، ہمارے پیغام پہنچاتی ہے اور اس پر سوار ہو گرہم زین دآسمان کے قلابے ملاتے ہیں، یہاں تک کہ دنیا کے سب کل دپڑے اسی کے لشکر پر حرکت کرتے ہیں۔ یہ سب کرشمے علم ہی علم کے ہیں۔

ہمیشہ انسان کی تمدنی ترقی کا دار و مدار صحیح علم اور صحیح طریق عمل ہی پر رہا ہے۔ جوں جوں علم ٹھہتا گیا تمدن کے مدرجے طے ہوتے گئے۔ علم و عمل کی ہی وقت تھی جس کے بل ہر ایک زیادہ علم و بہتر عمل والی قوم اپنے سے کم علم و بدتر عمل والی قوم پر غالب آتی رہی۔ قرآن کے سارے تاریخانہ قصے اسی بات کی قرآن بعد قرن مسلسل شہادت دیتے ہیں۔

ایک قوم کے بعد دوسری قوم کی خلافت ہم کو زماقبل از تاریخ کا آتنا تو جانتے ہیں کہ قوم نوح نے اتنی ترقی کی تھی کہ وہ کشتی بنانا اور دریا پر سفر کرنا جانتی تھی۔ جب اس کے مبلغ علم میں کسدگی آگئی اور غلط عقیدوں کی وجہ سے جو قصور علم کے سبب سے پیدا ہوئے، ان کے اعمال برے ہونے لگے تو وہ قوم فانہ قدرت کی بوجب صفحہ دنیا سے مٹا دی گئی، اور "خدا نے قوم نوح کے بعد قوم عاد کو خلیفہ (یعنی حکمران قوم) بنایا اور بنادث میں ان کو زیادہ فوی ہیکل بنایا تاکہ وہ افسوس کی نعمتوں کو یاد کریں اور فلاح پائیں۔" مع اعراف۔ اس قوم نے ملک

احقاف میں اونچی اونچی جگہوں پر عمارتیں بنائی تھیں اور بڑے بڑے قلعے تعمیر کئے تھے اور ان کے نام باغات اور حشمتیں تھے یعنی شعرا۔ فن تعمیر میں کمال رکھنے کی وجہ سے خدا نے قوم عاد کو ارم ذات الحادی یعنی ستونوں والے ارم کا خطاب دیا تھا اور شہروں میں کوئی ان جیسا نہیں بنایا گیا تھا” ۵۷ ع فخر۔ ایک عرصہ تک اس توہم کا بول بالا رہا، پھر اس میں تکبر اور غزوہ آگیا جو علم کش جہالت کا پیش خیمه ہے ”سو عاد نا حق طک میں تکبر کرنے لگے اور بولے کہ قوت میں ہم سے بڑھ کر کون ہے۔ کیا ان کو آتنا نہ سو جھا کہ جس اللہ نے ان کو پیدا کیا وہ قیمت ان سے کہیں بڑھ کر ہے۔ غرض وہ ہماری آستون سے انکار ہی کرتے رہے ۵۸ تو ہم نے نخوست کے دنوں میں ان پر بڑے زور کی آندہ ہی چلانی تاکہ دنیا کی زندگی میں ان کو ذلت کا عذاب چکھائیں اور آخرت کا عذاب تو کہیں اس سے زیادہ ذلت کا ہے ۵۹ ع فصلت۔

حضرت صالح نے جو قوم ثمود کی طرف پیغمبر نبا کرنے یعنی گئے تھے، ان سے کہا ”یاد کرو کہ عاد کے بعد تمہیں اللہ نے ان کا خلیفہ بنایا اور زمین میں تم کو اس طرح جگہ دی کہ مسیدان میں تم محل بناتے ہو اور پھاڑ تراش کر گھر بناتے ہو اسکی یہ نعمتیں یاد کرو اور ملک میں فاد بھیلا تے نہ پھر وہ ۶۰ ع اعراف۔ ” اور قوم عاد اور ثمود کو (یاد کرو) ان کے مکانات تم کو دکھائی دیتے ہیں شیطان نے ان کے عمل ان کو اچھے دکھا رکھے تھے اور شیطان نے انہیں راہ سے روکا تھا ورنہ وہ دیکھ بھال کرنے والے لوگ تھے” ۶۱ ان سب کو ان کے گناہ کے عوض میں ہم نے پکڑا..... اللہ ان پر کیوں ظلم کرتا یہ خود نا فرمائی کے

اپنے آپ پر ظلم کرتے تھے ۱۰۷ ع عنکبوت۔ ”ویکھ بھال کرنے والے لوگ“ بھی جب شیطان کے اثر میں آگئے اور خدا نے ان کی بدایت کی تھی (یعنی ان کو علم دیا تھا) مگر انہوں نے بدایت کو چھوڑ کر مگر ابھی (یعنی جہالت) اختیار کی، انجام میہ ہوا کہ ان کی بد کرداریوں کی وجہ سے ان کو ذلت کے عذاب نے آیا۔ ۱۰۷ ع
ملک عرب کے اقوام عاد اور ثمود سے گزر کو خلافت کا سلسلہ مصر پہنچا اور مصر نے متدن میں جو ترقی آج سے چھے نہ رابر برس پہنچے کی اس کی مستحکم عالی شان یاد گاریں آج بھی دنیا کو حیرت میں ڈال رہی ہیں اور بڑے بڑے انجنیئر چیزان ہیں کہ اس زمانہ میں جب کہ کریں کا آلہ ایجاد نہیں ہوا تھا، نہ رولا من کے پتھر سیکڑوں گزر کی بلندی پر کیسے چڑھائے گئے۔

مصر کے برخلاف بابل کے سر پٹ میدان میں پتھر نایاب تھے تو وہاں کے لوگوں نے اپنے علم سے اینٹیں بنائیں اور اینٹوں سے مصنوعی پہاڑ بلند کئے اور ان کی چوڑیوں پر عالی شان مندر تعمیر کئے۔ اس کے بعد ایران نے علم دنہر کی خلافت حاصل کی، مگر اپنی صنعت کو اپنے دیوتاؤں کے گھر سنوارنے کے بجائے انہوں نے اس کو بادشاہوں کے محلوں کی ساخت اور آرائش پر صرف کیا۔ جب یونان کی باری آئی تو اس وقت تک فن کتابت ایجاد ہو چکا تھا اور عَلَمَ بِالْقَلْمِ عَلَمَ الْإِنْسَانَ مَا لَهُ يَعْلَمُ (علی) کا دور شروع ہو گیا تھا، یونان ایک طرف دستی صنعت میں اپنے سے اگلوں پر سبقت لے گیا تو دوسری طرف اس نے اپنے فنون کے قواعد کو ریاضیات کی شکل میں منضبط کر کے عقلیات کے میدان میں ایسی دماغی ورزش کی کہ حکمت و فلسفہ کے دفتر کے دفتر کلم دے۔

جب روم کا اقبال ملند ہوا تو اس نے اپنی حکومت کے ساتھ ساتھ اپنا تمدن مغرب و مشرق میں پھیلا دیا۔ آگے چل کر رومی سلطنت کے دو جزو گئے اور مشرقی سلطنت کا پائے تخت قسطنطینیہ قرار پایا تو یونان نے جو اس سے پہلے رومی سلطنت کا ایک صوبہ بن چکا تھا، روم کے علم کے پنجے اپنی کھوئی ہوئی غلطت کو دوبارہ حاصل کیا۔ بھر ایک وقت آیا کہ ایران اور رومی یونان میں ان ممالک پر قابض رہنے کی کشمکش شروع ہوئی جوان دو ممالک کے درمیان مغربی ایشیا میں واقع تھیں۔ کبھی روم کی وجہ سے بالآخر تک پہنچی تھیں تو کبھی ایران کا جنہد اباسفورس کے کنارے لہلہا نے لگتا تھا۔

اسلام کا ورود مغرب و مشرق میں زور آزمائی ہو رہی تھی خدا کی طرف سے ایک حیرت انگیز مسحیہ تکمیل میں آیا جس نے دنیا کا سارا نقشہ بدل دیا اور اقوام دنیا کی کاپیا پٹ کر دی۔ اس زمانہ میں جب کہ تمدن دنیا میں علوم و فنون کے ڈنکے بج رہے تھے، صنعت و حرفت کی گرم بازاری تھی، چین، سنه، ایران، یونان، اٹھا اپنی انتہائی عروج پر پہنچ ہوئے تھے، خدا کے تعالیٰ ایک دادی غیر ذری ذرع میں جس میں گھاٹن تک اُگتے ہوئے اکتا تھی اُتمیں میں، جن کی بے علی جمل مرکب کے درجہ تک پہنچ پکی تھی انہیں میں سے ایک اُنمی بی اٹھا کھڑا کرتا ہے، اور وہ اپنا کلام نہیں بلکہ کلام اللہ کے صحیفے پڑھ سناتا ہے یَتَلَوْ عَلَيْهِمْ آیَتِه اور وہ لوگوں کو جہالت کی آیا شیس سے پاک کرتا ہے وَيَزِّكِهِمْ اور ان کو کتاب اور حکمت سکھاتا ہے وَيَعْلَمُهُمْ الْكِتَابَ وَالْحِكْمَةَ وَرَبُّ اس سے پہلے کھلی گری

میں تھے وَإِنْ كَانُوا مِنْ قَبْلُ لَهُنَّ ضَلَالٌ مَّبِينٌ ۝ ع جمہ (اسی آیت کو عنوان
قرار دیکر میں نے اپنا خطبہ شروع کیا ہے)

یہ صحیح علم کی قوت تھی، عجیدہ کی بلند پروازی تھی، عزم کی مخصوصیتی تھی اور
نفس کی پاکی تھی جس نے مسلمانوں کو اس قابل بنا دیا کہ وہ دنیا کے ایک بڑے
حصہ پر چاہے، اور انہوں نے علم و حکمت کے پیغام کو اس وقت کی دنیا کے ایک
سرے سے دوسرے سرے تک ایک قلیل مدت میں پہنچا دیا اور امی بھی کے
نام یوادنیا بھر کے بڑے معلم علم و اخلاق بن گئے۔ سرورِ کائنات رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم کے اس ارشاد نے کہ مسلمان علم کو اپنی میراث سمجھیں اور جہاں
کہیں اس کو پائیں لے لیں، مسلمان کو علم کا ایسا حصہ بنا دیا کہ انہوں نے یونان
کے بوئیدہ اور آراقہ تک کو اکٹ پڑ کر کرم خورده ذخیرہ فریض الفنا علوم کو
دوبارہ زندہ کیا، اور ان میں اپنی طریقے شرع و سبط کے ساتھ اتنا اضافہ کیا کہ
دنیا علوم سے ایسی مالا مال ہو گئی کہ اس سے پہلے وہ کبھی نہ تھی۔ نہ صرف مرکزی
یونیورسٹیوں میں لوگ سیکڑوں ہزاروں میل سے تحصیل علم کے لئے آتے تھے
بلکہ وہ واپس جا کر ہر شہر اور قریہ میں مدرسے لگاتے تھے، اور درس و تدریس
کا اپنا عام رواج ہو گیا تھا کہ کوئی شخص بوڑھا ہو یا جوان، عورت ہو یا مرد، رڑکی
ہٹکڑا کا علم سے نا بلد نہ تھا۔ آج جو یورپ کے چند ممالک میں جری تعلیم کی بدلت
سب لوگ حروف آشنا ہو گئے ہیں، لعینہ یہ حالت گیا رہ بارہ سو برس پہلے
ساری اسلامی دنیا کی تھی، اور یہ فرد افراد ارض اور غربت کا نیتجہ تھا نہ کہ جزو استبداد
کا۔ جب ہم یہ دیکھتے ہیں کہ اسلام سے پہلے متمن قوموں میں علم صرف کاہن اور

خاص خاص اشخاص سیکھتے تھے اور عوام اس سے بالکل محروم ہوتے تھے، اور مذہبی مقدس کتابوں کو تو سوائے کاہنوں کے کوئی چھو بھی نہیں سکتا تھا اور ان کی زبان بھی عوام کی سمجھ سے بالاتر تھی تو مسلمانوں میں علم کی یہ عالم اشاعت کیسی متینگر کرنے والی ہے۔

اسلامی خلافت قدیم زمانہ میں جب قوبیں ایک دوسرے سے الگ تخلک، علیحدہ علیحدہ ممالک میں ابھی ہوئی تھیں، ہر ایک کا تمدن جدا تھا کوئی پس ماندہ تھی تو کوئی ترقی یافتہ۔ پھر ملک گیری کا شوق جو چرا یا تو فاتح قوم کے ساتھ اس کا تمدن بھی مفتوح قوم پر سلطنت ہونے لگا۔ ایرانی شہنشاہیت نے ایران کے تمدن کو مہندوستان سے فلسطین تک پھیلا دیا۔ سکندر عظیم نے جب ان سب ممالک کا فاتحانہ دورہ کیا تو اس نے مقامی تمنوں پر یونانی تمدن کا میین نقاب ڈال دیا۔ اس کے بعد سلطنت روما و سیج قطعہ زمین پر اپنا سلطنت جایا تو اس نے اپنے تمدن کے تھیگڑے ہر ملک کے جامہ میں لگائے مگر کسی حکوم قوم نے بھی اپنے ملکی تمدن کو نہیں چھوڑا اور جب اس پر سے بیرونی حکوم اٹھی تو اس کے ساتھ بیرونی تمدن کا اثر بھی زایل ہو گیا۔ مگر اسلامی تمدن نے اقوام دنیا کی ایسی کا یا پلٹ کر دی کہ عرب و اعراب، ایران و توران، شام و مصر میں کوئی فرق باقی نہ رہا، کوہ ہماریہ سے بھرا اطلانتک سب لوگ ایک ہی رنگ میں رنگ گئے اور پورپ کے ان ممالک نے بھی جو مسلمانوں کے قبضہ میں نہیں آئے مسلمانوں سے تہذیب اور شایستگی کا سبق سیکھا اور انہوں نے مسلمانوں کے شیعہ علم سے اپنے اپنے چراغ جلا لیئے۔

پورپ کی خلافت تمدنی دنیا کی خلافت جس طرح قوم نوح سے منتقل ہو کر
 مادیں پھر تھود میں، اس کے بعد مصر میں آئی اور
 مصر کے جانشین بابل، اسور، شام و فلسطین اپنی اپنی باری میں ہوتے تو شہنشاہی
 کے دور دورے میں ایران سے خلافت نکل کر یونان اور روم کے حصہ میں آئی۔
 اس کے بعد خدا نے خلافت عظیمہ کا تاج مسلمانوں کے سر رکھا اور ان کی سرفرازی
 صرف علم و عمل ہی کی وجہ سے ہوئی۔ جب تک مسلمانوں میں علم و عمل قائم رہا ان میں
 خلافت بھی باقی رہی پھر جب ان میں علم کی کساد بازاری ہو گئی اور ان کے اعمال
 جادہ اعداء سے ٹھیک گئے تو خلافت بھی ان کے ہاتھ سے منتقل ہونے لگی۔ یہ
 اس لئے ہے کہ اللہ جو نعمت کسی قوم کو دیتا ہے اسے بدلتا نہیں جب تک کہ وہ خود
 اپنی حالتوں کو نہ بدلتے۔ اور اللہ سنتے والا جانے والا ہے ॥ ۷۴ انفال
 پھر ارشاد ہے:- "بے شک اللہ کسی قوم کی حالت میں تغیر نہیں کرتا جب تک
 کہ وہ خود اپنی حالت آپ نہ بدلتے" ॥ ۷۵ رعد۔ اللہ تو رب العالمین ہے، وہ
 فقط یہودیوں کا خدا تھا جیسا کہ وہ لوگ سمجھے ہوئے تھے، اور نہ عیسائیوں ہی کے
 ساتھ اس کو خاص انس تھا کہ روح اللہ حضرت مسیح کی خاطر ان کو ان کے
 گناہوں کے پادش میں نہ پکڑتا پھر بھلا مسلمان صرف امتِ محمدی ہونے کی وجہ
 سے کیسے عالمگیر قانون قدرت کے عمل سے بچ سکتے تھے۔ تمہارا رب بے نیاز
 اور رحمت والا ہے۔ اگر چاہے تم کو لے جائے اور تمہائے بعد جن کو چاہے تمہارا
 جانشین بنائے۔ جیسا تمہیں ایک اور قوم کی نسل سے پیدا کیا" ॥ ۷۶ النعماں
 کیا خدا نے ہم سے قرآن میں نہیں کہ دیا تھا "تم سے پہنچنے والوں کو ہم نے ہمارے

کر دیا جب وہ ظلم کرنے لگیں..... اسی طرح ہم مجرم لوگوں کو سزا دیا کرتے ہیں ④
 پھر ہم نے ان کے بعد تمہیں زمین میں خلیفہ بنایا تاکہ دیکھیں کہ تم کیسے عمل کرتے
 ہو، ⑤ مع یونس۔ "اللہ کا یہ دستور ان کے ساتھ (رہا) ہے جو پہلے گزر چکے ہیں اور
 تم خدا کے دستور میں کوئی تبدیلی نہ پاؤ گے" ⑥ مع احزاب۔ چنانچہ جب ایک
 طرف مسلمانین میں ترقی کی رفتار رک گئی اور ان میں تحریک کی بجائے جمود آگیا
 اور دوسری طرف یورپ نے علوم و فنون میں ترقی کی تو زمین کی خلافت
 مسلمانوں سے منتقل ہو کر یورپ کو چلی گئی۔ یہ یورپ میں اقوام کے علم و عمل کا بدلہ
 ہے کہ ایشیا اور افریقہ کے ممالک پر کمیں ان کا تسلط ہے تو کمیں ان کا اقتدار
 جنم گیا ہے، شامی اور جنوبی امریکیہ کے دو براخطم اور آسٹریلیا اور سویٹزر لندن پورے
 پورے "سفید" ممالک ہیں اور افریقہ کے مشرقی اور مغربی سواحل پر یورپ میں تو
 آبادیاں سیاہ کو سفید کر رہی ہیں موجودہ حالت یہ ہے کہ تین چوتھائی دنیا میں
 مغربی مدن وطنی مدن کی عیشت رکھتا ہے اور یورپ میں مدن و تہذیب کا پیارا
 اس زور کے ساتھ شامی افریقہ اور ایشیا پر سے گزر رہا ہے کہ کوئی قوم اس کے
 اثر سے محفوظ نہیں رہ سکتی۔

در میاں قر دریا تختہ بندم کردی

بازی گوئی کہ دامن ترکن ہشیار باش

اگر مشرق اقوام بھی خواب غفت سے چونجیں اور

مغرب و شرق علم دہنر کے میدان میں سرعت کے ساتھ گام زن
 ہوں تو مغرب و مشرق کا جو فرق اب ہے وہ دور ہو چکے اور ہم اس نہار سال

قرن میں داخل ہو جائیں جس کی بشارت حضرت مسیح نے دی تھی کہ شیرا درمکری ایک ہی گھاٹ پانی پینگے اور شرق و مغرب کی کوئی قوم نہیں بلکہ نوع انسان روی زمین پر خدا کا خلیفہ اس کے اصلی معنی میں بن جائیگی جیسا کہ خدا کا منشائے ہے۔ آئے ہم غور کریں کہ خلیفہ خدا بننے کے لئے انسانی کوشش میں ہندوستان کا عوام اور مسلمانانِ ہند کا خصوصاً کیا حصہ ہونا چاہئے۔

کل، جنگل میں درخت خود بخود آگئے ہیں سوائے قدرت کے کوئی ان کی پچھر آب یاری نہیں کرتا۔ مگر ہم باع میں درخت لگاتے ہیں تو پہلے ان کے لئے زمین کو تیار کرتے ہیں، نجج بوتے ہیں، پودے کو کھادا اور پانی کی خذل پہنچاتے ہیں، اس کے گرد باڑہ لگاتے ہیں کہ کوئی جانور اس کو نقصان نہ پہنچائے۔ اس قدر دیکھ بھال کرتے ہیں تو درخت کا نشوونما اچھا ہوتا ہے اور وہ جنگل کے درخت سے بہتر بچل اور زیادہ خوش نما بچوں دیتا ہے۔ اس طرح کسی چیز کی تربیت و پرداخت کو اس کا "کلپن" کہتے ہیں۔

انسان کا بھی کلپن ہوتا ہے۔ وحشی لوگوں کے نبچے خود و درختوں کی طرح پیدا ہو جاتے ہیں۔ جوں توں عمر شعور کو پہنچ جاتے ہیں، جانوروں کی طرح شکار وغیرہ کر کے اپنا پہیٹ بھر لیتے ہیں، مگر آپ جانتے ہیں کہ ایک تمدن قوم کے بچوں کی تربیت پر کتنی محنت، وقت اور زر صرف ہوتا ہے جب کیسی نیس پنجیں برس میں جا کر ایک رڑکے کی تعلیم ختم ہوتی ہے اور وہ ایک کار آمد شہری بنتا ہے۔ اسی کلپن کی مقدار کے مطابق ہی ایک قوم کو دوسری قوم پر ایک جماعت کو دوسری جماعت پر ایک فرقہ کو دوسرے فرقہ پر، ایک خاندان کو دوسرے خاندان

فضیلت دی جاتی ہے۔

تو می کلچر تو می کلچر کی تعریف ایک قوم کے مدن کے تمام اجزاء کے مجموعہ پر مادی صفت و حرفت، اطوار و عادات، اخلاق و عقاید، تعلیم و تربیت، علم و فن، قومی کلچر میں شامل ہے۔

ہم سارے یورپ کو ایک ہی دنگ، ایک ہی صورت شکل، ایک ہی بُش ایک ہی رسم و رواج، ایک ہی مدن پر دیکھتے ہیں، تا ہم اس ظاہری میسانیت کے باوجود یورپ کے سرملک کا کلچر دوسرے ملک کے کلچر سے جدا ہے۔

کلچر کا دار و مدار زبان پر ہے، زبان ہی حیوان ناطق کو مطلق پر فضیلت دیتی ہے، زبان ہی ایک قوم کو دوسرا قوم سے میزرا کرتی ہے، زبان ہی قومی شیرازہ کو متعدد کرتی ہے اور زبان ہی کے ذریعہ قوم کے افراد کلچر حاصل کرنے ہیں۔ جو منی اور آسٹریا جزئی لحاظ سے دو جدالیک ہیں مگر زبان ایک ہونے کی وجہ سے دونوں کا کلچر ایک ہے۔ انگلینڈ، ولیس اور اسکائلنڈ جو اماماں کی ہیں جہاں متفرق زبانیں بولی جاتی ہیں اور وہاں والوں کے بعض قومی خصائص بھی جدا ہیں، مگر ولیس اور اسکائلنڈ نے انگریزی زبان ہی کو بطور علیٰ زبان کے اختیار کیا ہے اور ایک جزیرہ کی بودباش اور ایک ہی سیاسی نظام کی ماتحتی نے اور ایک ہی کلچر نے ان تینوں فرقوں کو ایک ہی است بنا دیا ہے۔

برطانیہ کی طرح سو ٹزر لینڈ یعنی جدا حصوں میں منقسم ہے اور ہر حصہ کی بولچال کے ساتھ اس کی علی زبان بھی جدا ہے۔ جو من، فریخ اور اطا لیں لوگ

علوہ علحدہ صوبوں میں رہتے ہیں اور ان کا کچھ بھی جدابہ، ناہم وہ ایک ہی نظام سیاسی کے ماتحت میں اور باوجود زبان کے تفرق کے ان کی جمہوریت اس شان کی ہے کہ دنیا کے لئے وہ ضرب المثل ہو رہی ہے۔

اب انگریزوں کی نوازابادیوں کا حال سنئے۔ اسٹریلیا اور نیوزیلینڈ میں انگریزی انگریز آباد ہوئے، وہاں کے اصلی باشندے صفحہ دنیا سے بہت کچھ متگئے اور روز بروز متسلسلے جاتے ہیں، ان ممالک کی قومیت میں ان کا کوئی حصہ نہیں۔ کنادا میں پہلے فرانسیسی آباد ہوئے، اس کے بعد انگریزوں نے فرانسیسیوں پر چڑھائی کی اور ملک کو فتح کر لیا۔ اب کنادا کی قومیت کے دو عنصر ہیں ایک انگریز اور دوسرا فرانسیسی جو جدا ہذا زبانیں بولتے ہیں۔ چونکہ یورپ میں سب سے زیادہ شستہ زبان فرنچ ہے اور ملک کی یونیورسٹی میں وہ پڑھائی جاتی ہے اور میں الاقوام مراسلت و گفتگو کا ذریعہ بھی فرنچ ہے، اسی لئے متفرق قوموں کے درمیان جو زبان تبادلہ خیالات کا آہہ ہوتی ہے اس کو لنسکوافر انگلخاکتے ہیں۔ اس کے نظر کرتے انگریزوں کو فرنچ زبان سے کوئی اجنبیت نہیں تھے۔ مگر جنوبی افریقیہ کی قومیت میں انگریزی زبان کو ڈچ سے پالا پڑا ہے جس کے ساتھ اس کا جوڑ نہیں ملتا۔ اس کے علاوہ نوازاباد لوگوں کے قومی خصائص اور ان کی ذہنیت بھی کچھ ایسی ہے کہ ان دونوں سے ایک مرکب قوم بنتی نظر نہیں آتی۔ یہاں ہر جماعت کو اپنے کچھ پر ناز ہے اور وہ چاہتی ہے کہ اسی کا کچھ ملک میں غالب رہے۔ ان کے علاوہ یہاں کے اصلی جسٹی باشندوں کا سوال ہی کیا کم پریشان کن تھا کہ مسند و سنا فوجی وہاں آگئے اور وہ بھی شہریت کے تمام

حق کے طالب ہیں۔

یونیورسٹیس آف امریکی نے اس قسم کی تمام مشکلات کی پیش ہیں کہ کے جو ایک قومیت کے نشوونما میں سڑ راہ ہوتی ہیں ان کی پہلے سے قانونی روک تھام کر دی۔ امریکی میں سب سے پہلے انگریز جا بے تھے انہوں نے انگلستان کو خراج دینے سے انگار کر کے اور انگریزی فوج کو شکست فر کر علیحدہ آزاد قومیت قائم کر لی تھی۔ رفتہ رفتہ اس سربراہ شاداب ملک میں معاش کی کشش سے یورپ کے ہر ملک سے لوگ جو حق آنے لگے تو قومیت کے میجون مرکب بن جانے کا خوف پیدا ہوا۔ اس لئے انہوں نے ایک قانون نافذ کیا کہ یورپ کے ہر ہر ملک سے اس قدر لوگ ہر سال امریکی میں داخل ہو سکنے اس سے زیادہ کو آنے کی اجازت نہ ہو گی۔ نووارد لوگ امریکی کی زبان سیکھ لیتے ہیں اور ان کی اولاد امریکین مدارس میں امریکیں پلچر حاصل کر کے امریکی قوم میں جذب ہو جاتی ہے، ان میں اپنے اجداد کی قومیت با تی نہیں رہتی۔ مگر ایشیائی رنگت کے لوگ اس طرح امریکیں قومیت میں جذب نہیں ہو سکتے اس لئے ان کا داخلہ منوع اور ان کو ثہریت کے حقوق سے محروم کر دیا گیا۔ تاہم رنگت کے سوال سے امریکیہ پاک نہیں ہے، کیوں کہ کئی صوبوں میں بیشی کی بڑی تعداد موجود ہے جو نوآبادی کے ابتدائی زمانہ میں محنت و مزدوری کے کاموں کے لئے افریقیہ سے بطور غلام کے امریکیہ لائے گئے تھے۔ وہاں یہ جبشی مگلی کے پہلو میں خار کی طرح کشک رہے ہیں۔

عربی کا لکھر قبائل بسے تھے وہ سب ایک ہی اصل اور ایک ہی جد کی نسل
ہے تھے، مگر ان کا شیرازہ صدیوں سے ایسا پریشان ہوا رہا تھا کہ وہ اپنی
اصل کو قریباً فراموش کر چکے تھے۔ مگر ان کی زبان ایک اور ان کی بودو
باش ایک ہی مرزبوم میں ہونے کی وجہ سے ان کا لکھر ایک ہی قائم رہا۔
مذہب کے بحاظ سے ان میں زیادہ تر بت پرست تھے مگر ان میں خال
غال یہود و نصاریٰ بھی تھے۔ اسلام نے ان سب قبائل کو از سر نو
ایک زبردست متحده متحدہ قوم بنایا۔ عرب مصر پر ایسے عادی ہو گئے کہ قبطی
لوگوں کی قومیت جو یونان اور روم کی ما تحتمی میں بنت کم زور ہو گئی تھی عربوں
کی قومیت میں ضم ہو گئی۔ قبطیوں نے عربی زبان اور عربی لکھر کو اختیار کر لیا
مگر انہوں نے اپنا مذہب نہیں بُدا۔ آج مصری قوم ایک ہی ایک لکھر رکھتی ہے
اسلام اور قبطی میں کوئی تمیز نہیں ہے اس کے کہ آپ ایک کو جمعہ کے
دن مسجد میں اور دوسرے کو اتوار کے دن کلیسہ میں پائیں گے۔

مصر سے آگے بڑھتے تو افریقیہ کے شمالی ساحل پر طرابلس، تونس،
الجہرا، مراقدش کو آپ اس حالت میں پائیں گے کہ گویا وہ ملک عرب کے حد ہے
ہیں۔ موسمِ آب دہوا، جبرا نی خصوصیات میں بھی ان مالک عرب میں مشا
ہے۔ اس لئے یہاں کی اقوام کی جملت دشمنت میں بھی کوئی فرق نہیں۔
ان پر پور پین اقوام کا جو سلطنت ہے وہ عارضی ہے، وہ ایک نہ ایک روز
اٹھ کر ہی رہے گا۔

اسی طرح عربوں کا ملک شام بھی ایک روز فرانسیسی انتداب سے رہا تھی پائی گگا۔ فلسطین میں انگریزوں کی ایک غلط علی نے ایک سخت مشکل پیدا کر دی ہے۔ قومیت کے تسلیم کردہ اصول کے مطابق سر ٹک انہیں لوگوں کی ملک ہے جو اس کے اصلی باشندے ہیں۔ یہودی، نصرانی اور مسلمان ہر بڑی فلسطین میں صدیوں سے مسلسل آباد ہیں، ایک ہی قومیت رکھتے ہیں، مذہب کے فرق نے ان کے کلپن کو جُدا نہیں کیا اور ان کی قومیت میں خلل نہیں ڈالا۔ اب کوشش کی جا رہی ہے کہ دنیا کے سرگوشے سے وہ فلاکت زدہ، نکتے، ناکارہ یہود فلسطین لائے جائیں جن کو ان ممالک میں جہاں وہ کئی نسلوں سے آباد تھے، عزت کی زندگی میسر نہیں۔ مسلمان عربوں سے ان کی قطعات اراضی کو زبردستی خرید کر ان ناکارہ یہودیوں کو دیا جاتا ہے۔ ان یہودیوں میں سوابعے مذہب کے کوئی چیز مشترک نہیں، ان کی زبانیں جدا، اخلاقی و عادات جدا، تمدن جدا، معاشرت جدا، پھر یہ سب ایک ہی قومیت کی لڑی میں کیسے پر دے جا سکتے ہیں۔ کیا ان کی قومیت وہی ہو گی جس کا اس وقت فلسطین میں علم ہے یعنی عربی یا ایک نئی یہودی قومیت پیدا کی جائیگی جو دوسرے ہر برس سے منقوص ہے۔

یہ ایک تاریخی تجربہ ہے کہ ایک قوم کے دو اجزاء جدا ہو جائیں اور ایک بڑی مدت تک مختلف مرزوں میں ایک دوسرے سے دور رہیں اور ان کی زبان بدل جائے تو پھر وہ ایک دوسرے سے مل کر ایک قوم نہیں بن جائے۔ اس کی مثال سہی دستان میں موجود ہے۔ کئی صدیاں

ہوئیں کہ پارسی ایران سے مہدودستان چلے آئے اور گجرات میں بس گئے۔ ان کی برا دری کے لوگ، جو ایران میں اب تک نہیں رہے تھے، اب پھر ساٹھ ستر برس کے اندران کی بھی ایک جماعت بھی آئی ہے اور تجارت کرتی ہے۔ ان ایرانیوں اور پارسیوں میں کوئی قومی تعلق نہیں، وہ ایک دوسرے سے بالکل اجنبی ہیں، محض مذہب کا اشتراک ان کو معبد میں بھی ایک دوسرے کے ساتھ دو شہر مددش نہیں کرتا۔ ان میں جب معاشرت کا یہ حال ہے تو روسی، پولی، سلاوی، یونانی، جرمن، فوج، انگریز فرنخ پرتگالی تھج رنگی یہودیوں سے ایک ملت بنانے کا منصوبہ خیال است وحال است وجود۔

بھر حال مغربی ایشیا اور شامی افریقیہ بصرہ سے طبع نہیں کی ایک سدل قطعہ دنیا ہے جو خلقتاً، نظرتاً، بساناً اور کچھر طور پر ایک امت تھے، جن کا باستثنائے چند دین بھی ایک اور دین کی شاخ مذہب بھی ایک ہے۔

متفرق مسلم اقوام کا کلکھ ایران نے مذہب بدلا مگر اپنی قومیت اور ترکستان کا ہے۔ جب تک ترکی شہنشاہی تھی اناطولیہ اور پورپ میں ترکی قومیت کوئی ملی صیحت نہیں رکھتی تھی۔ زبان کے فرقے نے باوجود ایک دین اور ایک مذہب رکھنے کے، عربوں اور ترکوں کو ایک ملت نہیں بنایا۔ ایک یونانی طیفہ کی حکومت میں وہ مساوی درجہ کے رعایا نہیں رہے، بلکہ ایک کو حاکم ہونے کا فخر اور دوسرے کو مکوم ہونے کا احساس رہا،

وہ شیر و شکر نہ تھے بلکہ آب دروغن خلافت کے ٹوٹنے کے بعد ترکوں کی جو قومی قائم میں وہ ان کے لئے شہنشاہی سے زیادہ قوت کا باعث ہے اور ان کا قومی کلچر بہت زبردست ہو رہا ہے۔

ہم دکھا پکے ہیں کہ یورپ، امریکہ اور ایشیا میں مہملک کے رہنے والے ہر زبان کے بولنے والے علیحدہ علیحدہ قومیت رکھتے ہیں، اور ان کے نشوونما اور ترقی کا ذریعہ ان ان کا کلچر ہے۔ پھری عالم گیر خیگنے بہت سی قوموں کی قومیت کو دوبارہ زندہ کیا اور دہڑی سرگرمی اپنا اپنا قومی کلچر تحریک کر دیا۔ اب یہ نہ ہے کہ آیا ہم منہ و سانی بھی قومی صیحت رکھتے ہیں اور کیا ہمارا بھی کوئی قومی کلچر ہے۔

اسلامی تاریخ کی چار شکلیں مہندوستان کے باہر مسلمانوں مگر منہدوستان میں مسلمانوں کا داخلہ اور قیام چوتھے اُسکو پر ہو گیا۔ ہم دیکھ پکے ہیں کہ جزیرہ العرب کے عرب مسلمان ہو گئے اور افریقیہ کے شمالی ساحل پر مصر سے مراقبہ تک عرب جائے۔ ایران، افغانستان اور ترکستان نے مدھب بدلا قومیت نہیں بدی۔ ترک اناطولیہ پر قابض ہو گئے اور اس ملک کو ترکی بناؤا۔ آرمینیہ ترکوں کے قبضہ میں آیا مگر اس نے اپنی قومیت اور مذہب کو بجا رکھا اور وہ اب آزاد یوسفی ملک ہے۔

یورپ کے وہ سب ممالک جو ترکوں کے قبضہ میں تھے اور جنہوں نے پہنچی قومیت قائم رکھی تھی دہ آزاد ہو گئے اور یورپ میں صرف استنول کا صوبہ اور البانیا مسلم ممالک ہیں۔ مگر البانیا کی قومیت اور اس کا کلچر ترکوں

سے جدا ہے۔

ہسپانیہ میں عربوں کی حکومت آٹھ سو سال تک رہی، مگر یہ بیرونی حکومت تھی اور اس ملک میں عرب غیر قوم کی طرح رہتے تھے۔ جب مسلمانوں کے ہاتھ سے حکومت جاتی رہی تو ہسپانیہ سے عرب بھی خارج کر دئے گئے۔ کچھ ملکی لوگ جو مسلمان ہو گئے تھے یہاں کی مذہب کو پھر گئے۔ اب وہاں سوائے آٹھ بر قدمیہ کے اسلام کا کوئی زندہ نشان باقی نہ رہا۔

اسلامی تاریخ کی تیسری صورت چین میں نظر آتی ہے جہاں اسلام پہنچا گر عرب واپس ہو گئے۔ مہاروں چینی مسلمان ہو گئے اور اب ان کی تعداد لاکھوں کوہ پہنچ گئی ہے، مگر ان کے مذہب نے ان کے لکھریں کوئی فرق نہیں کیا اور مسلمان چینی اور کنفووی چینی میں تیز کرنا ناممکن ہے۔

ہندوستان میں مسلمان فاتح

ہندوستان کے مسلمان داخل ہوئے تو ان میں سب ہی قسم کے لوگ تھے عرب، افغان، مغل، تاتار، جو کوئی ہندوستان آتا تھا، اپنے دملن سے قطع تعلق کر کے آتا تھا، اور یہیں کا ہورتا تھا، واپس جانے کا نام ہی نہیں لیتا تھا۔ سو دیڑھ سو برس کے بعد بیرونیں سے مسلمانوں کی آمد رک گئی۔ عرب، پٹھان، مغل، تاتار میں ایسا میل جوں ہوا کہ سوائے ناموں کے ان میں کوئی فرق باقی نہ رہا۔ ان میں نو مسلم بھی ضم ہو گئے ان سب کی مشترک بول چال اور ادبی زبان فارسی تھی اور حکومت کی زبان بھی یہی تھی۔ ہندو بھی مسلمانوں کے مدارس میں تعلیم پاٹے تھے اور فارسی

ہی میں نوشت و خواند کرتے تھے۔ عربی کی تعلیم صرف علماء تک محمد و محدثی عالم
و خاص کو اس سے کوئی مس نہ تھا۔ بازاروں میں برج بھاشا اور فارسی
کے خلط ملٹ سے ایک نئی زبان پیدا ہو گئی جس کو اردو یا مہندوستانی
کہتے ہیں۔ جب شعر انے اس زبان میں طبع آزمائی شروع کی تو اردو میں
بہت جلد ادبی زبان کی حیثیت اور صلاحیت پیدا ہو گئی اردو زبان نے
اس قدر ترقی کی ہے اور اس میں ادب اور علوم کا اتنا بڑا ذخیرہ جمع
ہو گیا ہے کہ آج اس کا شمار ترقی یافتہ مادرن لانگوچس میں کیا جاتا ہے۔
اردو کے نشوونما اور اس کی ارتقا میں مسلمانوں اور مہندوں
 دونوں کا حصہ ہے، اور اس زبان کی بدولت مہندوں اور مسلمانوں
 میں ایک مشترک لکھر پیدا ہو گیا ہے جس کو مہندوستانی لکھر کہنا چاہئے۔
 اس کے بڑے مرکز دہلی اور لکھنؤ ہیں جو شہنشاہی اور بادشاہی کے صدر
 مقامات تھے۔ اس کے اندر ورنی علفہ میں دہلی، موجودہ مالک متحده بھار
 اور مالک متوسط کا شکایی حصہ شامل ہے۔ مہند کے اس قطعہ کو دوسرے
 صوبوں کے لوگ بجا طور پر مہندوستان کہتے ہیں۔

مہندوستانی لکھر

شمالی مہند کے مہندو اور مسلمان باشندوں
 کے بہت سے رسم و رواج اختذ کرتے اور مہندوں نے بھی مسلمانوں کی
 طرز زندگی اختیار کر لی۔ تعلیم یافتہ مہندب لوگوں کی عادات، اخلاق، آداب
 معاشرت، لباس وغیرہ میساں ہے، مہندو اور مسلمان کا کوئی فرق نہیں

قریوں کے کم تربیت یافتہ لوگ بھی مہند و اور مسلمان ایک ہی بولی بولتے ہیں، ایک ہی لباس پہنتے ہیں، ایک ہی زندگی بسر کرتے ہیں۔ قدرت بھی ان دونوں کو ایک ہی سانچے میں صدیوں سے ڈھالتی رہی ہے یا ماں تک کہ اب ان کی صورت شکل میں بھی کوئی فرق نظر نہیں آتا، اور غیر صوبہ کے لوگ مہند و ستانی مہند و اور مسلمان میں تمیز نہیں کر سکتے۔

یہ سب مشترک مہند و ستانی کلچر کا نتیجہ ہے جس کی فضای مہند و اور مسلمان نباتات کی طرح اُگتے ہیں، پلتے ہیں اور دوش بد و شنشو و نما پاتے ہیں۔ اس مہند و ستانی کلچر کو نہ مہند و دوں کا کلچر کہ سکتے ہیں اور نہ مسلمانوں کا کلچر۔ اس میں اگر اسلامی عنصر پا دہ نہیاں ہے تو اس کی وجہ یہ ہے کہ اسلامی مدن مہند و مدن سے جدید تر ہے اور فطر تا جدید کو قدیم پر تکمیل کرنے کا بلکہ علیہ ہوتا ہے۔

ہر صیغہ میں مہند و ستانی کلچر نے عظیم اشان ترقی کی ہے۔ مہند و ستانی نے دہلی کے شرف اور لکھنؤ کے امرا سے تہذیب و تائیستگی کا ورثہ پایا ہے۔

شروع سخن میں مہند و ستان کو غالب پر ناز ہے، نثر میں عالی نے ادبیت کا رتبہ برٹھایا ہے اور تقریر کے میدان میں سید احمد خاں، حسن الملک اور نذیر احمد نے فصاحت و مبلغت کے دریا بھاگیے ہیں۔ قصہ نویسی میں سرشار تصور ہے تو درا ہاینے ناٹک میں امانت نے جو تھاٹ جایا وہ خاص مہند و ستانی نظارہ ہے۔ موسیقی میں تان من جیسے باکمالوں نے نئے راگ اور راگنیاں بجاد کر کے مہند و ستانی نغمہ و سرود کا آوازہ بلند کیا تو مہند و ستانی ناچ کا کچھ

ڈھنگ ہی ایسا نہ لالا ہے کہ کوئی اور رقص دس سے لگا نہیں کھاتا۔ مصوری
 کے قلمروں میں مغل سکول خاص امتیاز رکھتا ہے۔ صنعتِ لطیفہ میں بنا رس
 کی زردوزی، لکھنو کا چکن، مراد آباد کے برتن، لکھنو کا گلی سامان، مہدوستان
 کی چوبی تقاضی و نگ تراشی، آگرہ کی شنگی صنعت کاری، بیسیوں حرفیں ہیں
 جن میں مہدوستانی ذہن کی کارسازی نمایاں ہے۔ ان سب سے بڑھ کر
 جس صنعت میں مہدوستان کو شہرہ آفاق حاصل ہے وہ تعمیر ہے مسلمانوں
 کے دماغ نے مہدوؤں کے ہاتھوں سے کام لیا اور مہدوؤں کے ستونوں
 پر نوایجاد برآکٹ لگا کر انہوں نے اسلامی کمانیں چڑھائیں اور اسلامی گنبد
 سے عمارت کی سرپوشی کی، اس سے ایک ایسی طرز تعمیر پیدا ہو گئی جس کی
 مثال مہدوستان سے باہر نہیں پانی جاتی۔ مہدوستان میں بھی دہلی اور
 آگرہ کی جو طرز تعمیر ہے وہ بیگانہ اور گجرات کی طرز سے بالکل جدا ہے۔
 تعمیر معاابد میں مہدوستان کی تین قبوں اور دو میناروں والی مسجد کی جو
 خوش نہاشان ہے وہ نہ بیانیہ کی مسجد قرطبہ میں ہے، نہ مصر کی جامع
 اُندر میں، نہ بیت المقدس کی الاتصالیں۔ اسی طرح طرزِ جدید میں مومنات اُو
 کامندر اور صوبوں کے مندر دل پر فو قیت رکھتا ہے۔ بہر حال مہدوستانی
 ذہن کی بلند پروازی دیکھنی ہو تو کوئی دہلی میں قطب صاحب کی پڑی گردینے
 والی لاث دیکھئے اور مہدوستان کی حسن پرستی کی خوش نہادی کا سامان
 دیکھنا چاہو تو آگرہ کا تاج محل موجود ہے۔

مذکورہ بالا مدنی، علمی، ادبی، صنعتی خصوصیات نے مہدوستانی کلچر

کا پایہ بہت بلند کر دیا ہے اور اس کی بدولت مہدوستان کا مہذب اور
شایستہ ملکوں میں شمار کیا جاتا ہے۔

راجحتا نہ اور وسطیٰ انڈیا میں مہدوستانی بولی جاتی ہے اور
مہدوستانی کلچر کی وہاں عمل داری ہے۔ پنجاب میں اگرچہ گھر اور بازار
کی زبان پنجابی ہے اور گورنمنٹ میں بھی کچھ نوشت و خواند ہوتی ہے، مگر وہاں
کی عام تعلیم و تربیت اردو زبان میں ہوتی ہے اور وہاں کا کلچر مہدوستانی
ہے۔ اس کی مثال ایسی ہے جیسا کہ افغانستان جہاں پشتون بولی جاتی
ہے مگر فارسی زبان میں وہاں کے لوگوں کا کلچر ہوتا ہے۔ سرحدی صوبہ سندھ
اور بلوچستان میں بھی مہدوستانی کلچر سرائی کر گیا ہے۔

صوبوں کا کلچر ان شہابی صوبوں کے سوا جتنے اور صوبے ہیں ان میں
رکھتا ہے۔ اور ہر صوبہ میں جوسلمان وہاں کے اصلی یا شندے ہیں ان
میں اور مہدوؤں میں کوئی فرق نہیں۔ مثال کے لئے بنگال کو لو پھلی
صدی میں بنگالی کلچر نے نمایاں ترقی کی ہے۔ نہ صرف ادبیات میں ملکہ
فنون لطیفہ میں بھی بنگال دوسرے صوبوں پر سبقت لے گیا ہے اور سنین
کے میدان میں تو اس نے ایسے موجود تحقیق پیدا کئے جن کا لوہا یورپ
بھی مانتا ہے۔ بنگال کا علم موسیقی اور فن تعمیر دوسرے صوبوں کے فنون
سے بالکل جدا ہیں اور اسی طرح علم کے اور صینیوں میں بھی فرق ہے۔
اس لئے نہ صرف زبان کی وجہ سے بلکہ ملکاً طویل کرخو صیات کے بھی بنگالی کلچر

منہدوستانی کلچر سے متفرق ہے۔ دونوں منہدو اور مسلمان بگنا لی اس کلچر کے پیداوار ہیں اور ان میں سوائے مذہب کے کوئی فرق نہیں۔

بھی حال گھر آتی اور مرہٹی کلچر کا ہے۔ جنوب میں آندھرا و لیش نے علیحدہ صوبہ کا مطالuba کرتے ہوئے علیحدہ یونیورسٹی قائم کر کے اپنے علیحدہ کلچر کے بہتر نشوونما کی شاخ بیل لگادی ہے۔ ٹامن ناؤ کے نئے ایک یونیورسٹی کی تجویز ہو رہی ہے۔ جنوب و مغرب میں کرالا کا جوڑ نہ ٹامن ناؤ سے ملتا ہے اور نہ کرناٹک سے اس نئے ملبہ اور کرناٹک کو اپنے اپنے کلچر کا علیحدہ ہی نظام قائم کرنا پڑیگا۔

مسلمانوں کے ذریعہ منہدوستانی کلچر کی اشاعت

شمالی منہد میں منہدوستانی کلچر منہدو اور مسلمان دونوں کی میراث ہے، مگر مشرق، مغرب اور جنوب میں منہدوستانی کلچر مسلمانوں کے ذریعہ پہنچا اور مسلمان ہی اس کے دہائی حامل ہیں۔ منہدوستانی مسلمان جوان صوبوں میں آگر آباد ہوئے اردو ان کی مادری زبان ہے، مگر ان کے علاوہ دہائی کے اصلی بائندے جن کے اجداد مسلمان ہوئے یا ساطلوں پر عربوں کی نسل سے جو لوگ ہیں جو اپنے اجداد کی زبان بھول گئے اور دیسی زبان بجاتے ہیں، ان سب کی بھی بھی خواہش ہے کہ ان میں اردو کا ردا ج ہو۔

مغرب میں گھر آتی اور مرہٹی بونے والے لوگ بازاری اردو کو سمجھتے ہیں اور صردوں ت پڑے تو اردو میں اپنا مطلب بھی ادا کر لیتے ہیں، مگر یہ

بات مشرق میں نہ بنگال میں ہے نہ آسام میں۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ مہندوستی مسلمانوں کا اثر صوبہ بہبئی میں غالب رہا، مگر بنگال میں بنگالی مسلمانوں کی بڑی کثرت ہونے سے مہندوستانی مسلمانوں کی اقلیت اکثریت میں ضم ہو گئی۔ اب وہاں تمام اسلامی مدارس میں اردو پڑھائی جاتی ہے اور جوں جوں تعلیم میں ترقی ہوتی جائیگی اردو کا رواج بھی زیادہ ہوتا جائیگا۔

سارے آندھرا کے مسلمانوں کی مادری زبان اردو ہے، اس لئے وہاں مسلمانوں کی تعلیم و تربیت میں وہ پچیدہ گیاں نہیں ہیں جو ٹائل ناڈ کے مسلمانوں کی تعلیم میں پیش آتی ہیں۔ شمالی آرکاٹ میں مدارس اسلامیہ کی کثرت کی وجہ سے عام طور سے گھر دل میں بھی اردو بولی جاتی ہے مگر ٹائل ناڈ کے جنوبی حصے اور میبار میں اردو کو بہت کچھ ترقی کرنا ہے۔ ریاست میسور میں سوائے دیہاتی مسلمانوں کے جو کنٹری بولتے ہیں، مسلمانوں کی مادری زبان اردو ہے۔

چونکہ شمالی مہند کے سوا باقی تمام صوبوں میں فقط مسلمان ہی میں اردو بولتے ہیں وہاں اردو کو اسلامی زبان اور مسلمانوں کے لکھر کو اسلامی کلچر سمجھا جاتا ہے، حالانکہ یہ صحیح نہیں ہے، یہاں کے مہندو اور مسلمان دونوں کو یاد رکھنا چاہئے کہ اردو زبان شمالی مہندوستانی زبان ہے اور جس کلچر کی اشاعت ان ممالک میں مسلمان کرتے ہیں وہ مہندوستان خاص کا مہندوستانی کلچر ہے جب مہند آزاد ہو جائیگا اور اپنی حکومت آپ کریگا مہندوستانی زبان ہی مرکز اور صوبوں کے درمیان اور آپ میں صوبوں کے

ما بین رشته اور حکومت کی زبان ہو گی۔ صوبوں کے کچھ تحری کلپر ہیں، ان سب پر مہندوستانی کلپر کا غلبہ ہو گا، اور مسلمانوں ہی کی اشاعتی ایجنسی کے پروولت مہندوستانی کلپر سارے مہندیں روز بروز ترقی کر رہا ہے۔

حیدر آباد مہندوستانی کلپر کا مرکز حیدر آباد مہندوستانی
 گیا ہے۔ جس طرح دہلی میں مغل شہنشاہی اور لکھنؤ میں صوبہ شاہی ختم ہونے
 کے بعد یہ خلافت حیدر آباد کے حصہ میں آئی گہ وہ آج سب سے ٹری مہندوستانی
 ریاست ہے اور اس کا تاج دار رو سا مہند کا سر تاج ہے، اور جس طرح مہند
 کی روایتی عظمت، شان و شوکت حیدر آباد کے دراثت میں آئی، اسی طرح
 اردو کی سر برپتی کو بھی شامان دکون نے اپنا فرض منصبی سمجھا، اور علم و فضل کی
 جو قدر و منزلت مہندوستان کے دار الخلافہ میں ہوتی تھی وہ بلا کم و کاست
 اب بھی حیدر آباد میں ہو رہی ہے۔

مسلمان اور مہندوں نے اپنی اپنی نہاد قوی یونیورسٹیاں
 بنالیں، اور بیگان میں کلکتہ کی یونیورسٹی سے زیادہ تر مہند و فائڈہ اٹھاتے تھے
 تو ڈاکہ میں یونیورسٹی قائم کر کے مسلمانوں کا مطالبہ پورا کیا گیا۔ سہ صوبہ میں ایک
 وو یونیورسٹیاں ہیں اور ریاست میسور نے بھی اپنی علیحدہ یونیورسٹی قائم
 کر لی ہے، مگر ان سب میں علوم و فنون کی تعلیم انگریزی زبان میں ہوتی ہے۔
 یہ سب درس گاہیں حقیقت میں پر دیسی ہیں اور جب تک مہندوستان پر
 پر دیسی تاثرات کا غلبہ ہے، سیاسی آزادی ملنے پر بھی وہ کلپر آزادی سے

خود م رہیں گے ۔

اس نکل یہ اگر کوئی یونیورسٹی ایسی ہے جس کو اصلی معنوں میں
مندوستی جامد کہ سکتے ہیں تو وہ حیدر آباد کی عثمانیہ یونیورسٹی ہے، کیوں کہ
اس علمی کارخانہ میں یورپ کے تمام علوم و فنون کو مندوستی سانچوں
میں ڈھانا لاجاتا ہے، اور ان کی تعلیم مندوستی زبان ہی میں ہوتی ہے۔
وینا کی سرمتھن قوم اپنے ناں ہر چیز کی نیاشنلائزیشن کر رہی ہے۔ مندوستی
مدت کا بھی یہ مقصد اعلیٰ ہے کہ سرچیز کا انٹرنیشنلائزیشن ہو، مگر علوم و فنون کے
انٹرنیشنلائزیشن میں پیش قومی کا امتیاز اور اس میں کامیابی کا سہرا حیدر آباد
ہی کے سرہند ہیں۔ ایک روز میں ریل میں اللہ آباد سے بُجی جارنا تھا، میرے
ذبے میں ایک مندو و اور انگریز مسافر اپس میں با تین کر رہے تھے، بعد میں علوم
ہوا کہ وہ پروفسر تھے اور ایک تعلیمی مکان فرنگی کے لئے بُجی جا رہے تھے۔
انگریز نے مندو سے پوچھا کہ تم بیارس کی یونیورسٹی کو مندوستی قرار دیتے
ہو مگر وہاں تعلیم تو انگریزی میں ہوتی ہے۔ مندو نے کہا کہ ہم سرفن کو مندوستی
میں ہی پڑھانا چاہتے ہیں گرہارے پاس مادری زبان میں علوم کا کافی ذخیرہ
نہیں ہے اور نہ ہمارے پاس اتنا روپیہ ہے کہ انگریزی کتابوں کا ترجمہ کر سکیں۔
حیدر آباد میں ترجمہ کا کام بڑی سرگرمی کے ساتھ ہوا ہے اور وہاں کی شائع شدہ
کتابوں سے ہم کو بیارس میں بہت مدد ملتی ہے۔

حسنِ الفاقع سے حیدر آباد ایسے مقام پر واقع ہوا ہے کہ اس کو ناف

مندوستی اس طرح صحیح ہو گا۔ بلده حیدر آباد کی ملکی زبان اردو ہے اور اردو کا

پلاش اس عروی کا وطن بھی یہی دکن تھا۔

ریاست کے مشرقی اضلاع میں تملگو، مغربی اضلاع میں مرہنی اور جنوبی جہت میں کنڑی بولی جاتی ہے۔ ہر جگہ ابتدائی مدارس میں متعامی زبان کے ساتھ ساتھ منہدوستانی زبان سکھائی جاتی ہے اور جب طلبائشانوی درج تک پہنچتے ہیں تو ان کی اردو کی استطاعت اتنی ہو جاتی ہے کہ تمام اسباق وہ اردو ہی میں اسی طرح پڑھ سکتے ہیں جس طرح برٹش انڈیا میں طلباء انگریزی میں پڑھتے ہیں۔ منہدوستانی زبان کے نشر کی یہ ایک بڑی اہم اور زدی تدریخی خدمت ہے جس کے لئے سارے منہدوں کو حیدر آباد کا شکر گذار ہونا چاہئے۔ اس کے مقابلہ میں چند کوتاہ نظر منہدوں سے بھائیوں کا یہ اعتراض کہ حیدر آبادی رعایا کی تعلیم ان کی مادری زبان میں نہیں ہوتی ہے قابلِ اتفاقات نہیں۔

ہر ملک میں تمدن، تہذیب و شایستگی کی بہترین مثالیں وہاں کا باڈشاہ اور اہم ہو اکرتے ہیں۔ باڈشاہ کی تیج وزراء، وامر، اور امراء کی تیج خاص و عام کرتے ہیں۔ اس گلکیتہ پر جو عمل درآمد حیدر آباد میں ہوتا ہے وہ سارے منہدوستان کے لئے نمونہ ہے۔ اس کی ادنیٰ مثال یہ ہے کہ لباس کے صیغہ میں دلی کا جامہ اور لکھنو کا انگر کھاغا غایب ہو گیا اور ان کے عوض حیدر آبادی شروعانی کا، جس کو شاہِ دکن زیب تن کرتا ہے، سارے منہدوں میں فاشن ہو گیا ہے۔ ہر ریاست میں راجہ، نواب، درباری، ہر جگہ منہذب منہدوں مسلمان حیدر آبادی طرز کی شروعانی پہننے ہیں اور درباری لباس بھی یہی اچکن ہے۔ پاہے زیب سر عامة، ٹوپی ہو یا پاؤں میں دھوتی ہو یا پا جامہ، زیب بدنا اچکن ہی ہے جو مردانہ پورا بھا

رفل ڈرس) ہے۔ اور یہی مہدوستان کا امتیازی لباس ہے جو منہ و سائیں اور غیر مہدوستانیوں میں نشانِ شناخت ہے۔ اسی طرح مہدوستان کی عورتوں کا مخصوص لباس ساڑی ہے، جس کو مہدو، مسلمان، عیسائی، فارسی سب خواتین بپتی ہیں۔

حالات مندرجہ بالا کے نظر کرتے قومی تمدن، قومی تہذیب، قومی زندگی کے ہر شعبہ میں حیدر آباد کو سارے مہدو کا قومی کلچر کا مرکز مانتا ہی پڑیگا۔

ریاست بلا مذهب کئی سیاسی اصول میں جن کو نئی دنیا نے اپنی رہ کھوئی کے لئے مقرر کر لیا ہے، یہ بھی ایک اصول ہے کہ حکومت کا کوئی مذهب نہیں ہونا چاہئے۔ انقلابِ عظیم کے بعد فرانس کوئی شیٹ یعنی ریاست بلا مذهب قرار دیا گیا۔ آج کل سب ریاستوں کا رجحان اسی طرف ہے اور ترکی بھی ریاست بلا مذهب بن گئی ہے۔ اس کے یہ مفہمنے نہیں ہیں کہ ان ممالک کو مذهب سے کوئی سروکار نہیں تو تا یہاں حکومت رعایا کی مذہبی ضروریات کی اس طرح سربراہی کرتی ہے جس طرح کہ وہ ان کی دوسری ضرورتوں کو پورا کرتی ہے، اور یہ فطرتی بات ہے کہ بادشاہ اپنے مذہب کی خدمت کو بھی اپنَا شاہی فرض گردانے۔

جب دوسرے تمدن ممالک اپنی اختیار سے خود کو ریاست بلا مذهب قرار دے رہے ہیں تو مہدوستان کو تو محبو را بھی لے شیٹ بنے بغیر چارہ نہیں۔ مہدوستانی میں کسی ریاست کو نہ رئیس کے مسلمان ہونے کی وجہ سے اسلامی

ریاست نہ کثیر التعداد رعایا منہدو ہونے کی وجہ سے منہ دریاست کے سکتے ہیں۔ اس طرح نہ حیدر آباد اسلامی ریاست ہے اور نہ کشمیر منہ دریاست ہے۔ اسی ملکِ عسیدر کو دیکھو کیا جب یہاں حیدر اور میپو حکم ران تھے تو وہ اسلامی ریاست تھی اور اب انگریزوں نے اس پر حنبدروز اپنی حکومت کا ڈیکھ لھا کر منہ درا جہ سکے پسرو کر دیا ہے تو کیا وہ اس وجہ سے منہ دریاست ہو گئی۔ اسی طرح برشنس انڈیا میں بھی محض اکثریت کے لحاظ سے کوئی صوبہ منہ دیا اسلامی متصور نہیں ہو سکتا۔

منہستان کے دو قومی مذہب منہستان میں بھی ایک ہی ایک مذہب رائج ہوتا تو ان منہستانی باشندوں کی جو منہدوں کے پیرو ہیں، فطرتًا زیادہ تشفی ہوتی، مگر یہ خدا کی مرضی تھی کہ چین کی طرح منہدان کے بھی دو مذہب ہوں۔ جس طرح کنفوستیس کے پیروادر لاو ٹرنی کا تاؤ و مذہب رکھنے والے چینی ہونے کی صیحت سے وطنیت میں ایک ہی اور ایک ہی کلپر کے پودے ہیں، اسی طرح منہدا اور مسلم منہستانی ایک ہی ملت کے ارکان ایک ہی مادر منہد کے پوتے، ایک ہی کلپر کے گھنی اور بُٹے ہیں۔ قرآن شریف میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ ”اگر تمہارا رب چاہتا تو زمین میں جتنے لوگ ہیں سب کے سب ایمان بدے آتے۔ تو کیا تم لوگوں پر زبردستی کرنا چاہتے ہو کوئوہ مون ہو جائیں“ ⑦ ع یونس۔ اگر سبھی دستانی بھائی بھائی کی طرح ملے جائے رہیں تو یہ ممکن نہیں کہ ایک بھائی کے مذہب کا

دوسرے بھائی کے مذہب پر اثر نہ پڑے۔ جب جاہل مسلمان جاہل مہندوؤں کی طرح بتوں کے بجائے قردوں کی پرستش کرتے ہیں تو بھلا سمجھ دار مہندوؤں کا مسلمان بھائی کے فیضِ صحبت سے توحید کی طرف کھنچ آنا اور شرک سے باز آنا کوئی ٹہری بات نہیں۔ یہ میتھہ اسی وقت ظور نہ پیر ہو سکتا ہے جب آپس میں بھائی چارہ ہو، مغایرت نہ ہو۔ مسلمانوں کو یاد رکھنا چاہئے کہ دینِ الٰہ کا اصل اصول توحید ہے۔ جس کسی کے اعتقاد کی اصلاح اس قدر ہو جائے کہ وہ خدا کو ایک جاننے لگے وہ خدا کے پاس مومن ہے چاہئے وہ زمر تما یہود کھلا کے یا انھا مسلمان کھلا کے یا مہندو۔ اسی طرح جو شخص توحید کی راہِ مستقیم سے ہٹ جائے اور غیر اللہ سے استعانت چاہئے لگے وہ فی الحقيقة مشرک ہے اگرچہ ہر اے نام وہ مسلمان ہی کیوں نہ ہو۔ دنیا میں مسلمانوں کی مردم شماری کرنے سے کیا فائدہ دیکھنا تو یہ ہے کہ میدانِ حشر میں جو مردم شماری ہو گی اس میں کتنے مسلمانوں کا شمار سچے مومنوں میں ہو گا۔

مہندو مسلم مشرک معاشرت کا ایک نہ ایک روز یہ بھی میتھہ نکلیں گا کہ ذات پات اور اچھوت کی بندشیں انہا جائیں گی اور مہندوؤں کی بہت سی قانونی کمزوریاں جو ملی ترقی میں سد راہ میں مت جائیں گی اور ان کی یہ تمدنی اصلاح اسلامی تاثرات ہی سے خسوب ہو گی اور یہ مہندوستانی کلچر کا انتہائی عروج ہو گا۔

بھر حال مہندوستان کے دو قومی مذہب ہیں اور ان مذہبوں کے پیروؤں کی تعداد کا تسا سب ہر صوبہ ہر ریاست اور کل مہندوستان میں ہمیشہ بدلتا ہی رہے گا۔ اس لئے مہندو اور مسلمانوں کے متعلق میری رائے

اکثریت اور اقلیت کا سوال ہی نہیں ہونا چاہئے۔ مہندوستان میں سیاسی طور پر اقلیت کہلانے کی مستحق دہی جا عیین میں جنہوں نے مہندوستانی کلچر کو یا کسی صوبہ کی کلچر کو اختیار نہیں کیا ہے اور وہ یہاں اجنبی لوگوں کی طرح رہتے ہیں۔ مثلاً انگریز، عرب، مغل، افغان، کلکتہ میں چینی اور ارمنی گوا میں پرستگانی، فرانسیسی علاقوں میں فرانسیسی۔ ان لوگوں کو مہندوستان میں شہریت کے حقوق حاصل ہونگے مگر طبیعت کے نہیں۔ باقی رہے انگلو آرڈن سو وہ انگریزوں کے چلنے جانے کے بعد مہندوستانی کلچر اختیار کر کے ہندو یوں میں ختم ہو جائیں گے، اور اگر وہ اپنا جد اکلچر قائم رکھیں تو وہ ایسی اقلیت ہونگے جن کا شہریت اور طبیعت دونوں حقوق میں مہندو اور مسلمانوں کے ساتھ مساوات کا درجہ ہو گا۔

جین، بجھا اور عیسائی مذہب کا مہندوستانی کلچر میں کوئی حصہ نہیں ہے اور سکھوں کا خالصہ دھرم ان بے شمار شاخوں میں کی ایک شاخ ہے جو مہندو مذہب کے تئے میں پھوٹی ہیں۔

بہر حال مہندوستان کی مرکزی جمہوئیت، صوبوں کی حکومت اور ریاستوں کا نظام بنا مذہب ہو گا مگر وہ لوگوں کی نہایتی ضروریات سے فافل نہیں رہے گا۔

مہندوستانی زبان اس احوال کے بعد ہم کو اب مہندوستانی کلچر تھیں ایسے لفظ کے ساتھ ہونی چاہئے جس کا اطلاق زبان اور ملک دونوں

پڑھ سکے۔ اسی لئے میں نے شماںی مہند کے کلچر کو مہند و ستانی کلچر نام زد کیا ہے۔ دوسری وجہ یہ ہے کہ مہند و ستانی نام میں اردو اور مہندی دو لوگ شامل ہیں۔ بولنے میں زبان ایک ہے، جب اس کو فارسی رسم الخط میں لکھتے ہیں تو اس کا نام اردو ہوتا ہے اور جب دیوناگری حروف استعمال کئے جاتے ہیں تو اس کو مہندی کہتے ہیں۔ سہ زبان کی نوعیت کا اختصار اس کی سادگی پر ہے کہ ان الفاظ کی اصلیت پر جو اس زبان میں کثرت سے استعمال ہوتے ہیں۔ ایک جملہ میں سب سے زیادہ ضروری لفظ فعل ہوتا ہے جس کے بغیر مطلب ادا نہیں ہو سکتا، تو فعل ہی کی ترکیب زبان کا امتیاز ہے۔ اس لحاظ سے مہند و ستانی زبان میں عربی فارسی الفاظ کی کتنی بھروسہ کیوں نہ ہو اس کی اصلیت مہند و ستانی ہی ہے اور اگر غربی فارسی کے بجائے سنسکرت الفاظ اس میں زیادہ کثرت سے استعمال ہونے لگیںگے تب بھی مہند و ستانی کی نوعیت میں فرق نہ آئیگا۔

رسم الخط

مہند و ستانی کا رسم الخط فارسی اس لئے ہوا کہ اگرچہ لوگ دو تین سو سال تک اردو بولتے رہے مگر مدارس میں تعلیم فارسی میں ہوتی تھی اور فارسی ہی خط و کتابت کی جاتی تھی۔ حکومت کی زبان بھی فارسی تھی اور مہند و عمال فارسی جانتے تھے، شہری مہند و فارسی میں اچھی دست کاہ رکھتے تھے۔ تعلیم یافتہ لوگ جب اردو لکھنے لگے تو فطرتاً وہ وہی رسم الخط استعمال کرنے لگے جس کے دہ عادی تھے۔ اسی طرح سندھ میں سندھی زبان بھی فارسی رسم الخط میں لکھی جانے لگی اور جنوب مہند میں جب ٹال بولنے

وائے لوگ کثرت سے مسلمان ہو گئے اور قرآن شریف پڑھنے لگے تو وہ مثال
رسم الخط کے بجائے عربی رسم الخط میں ٹاول عبارت لکھنے لگے۔ مہدوستان
کے باہر ایران کو لوحب اس ملک پر اسلام نے اپنارنگ جایا اور وہاں کے
لوگ مسلمان بن کر قرآن شریف پڑھنے لگے تو وہ فارسی زبان کو عربی رسم الخط
میں جو ایرانی رسم الخط سے گئے درجہ زیادہ ترقی یافتہ تھا، لکھنے لگے۔ بلکہ ایرانیوں
نے خط اسنخ کی شکل میں اصلاح کر کے اپنے لئے ایک خاص خط ایجاد کر لیا۔ جسے
نتعلیق کہتے ہیں۔ ترکوں نے بھی اپنی زبان کے لئے فارسی رسم الخط اختیار کیا۔
دنیا میں اس وقت جنے قدیم رسم الخط مروج ہیں ان کی تاریخ ارتقا

پر نظر دالئے تو معلوم ہو گا کہ موجودہ عربی رسم الخط سب سے جدید تر اور زیادہ تر
ترقبی یافتہ ہے۔ اختصار اس کی خصوصیت ہے جو کسی اور رسم الخط میں نہیں پائی
جاتی۔ خط کی ترکیب میں کوئی حرف پورا نہیں لکھا جاتا، اس کا ایک مکمل الکھا
جانا ہے۔ شکلوں کی تعداد کم ہے۔ خط راست و نجیدہ شوشه کر کر وہ یہم دائرہ سے
سب شکلیں بنی ہیں اور نہ کوئی کم ہے۔ بخط راست و نجیدہ شوشه کر کر وہ یہم دائرہ سے
بن گئے ہیں کہ کسی زبان کی کوئی آواز ایسی نہیں ہے جو اور دو حرف سے ادا نہ
ہو سکے۔ اس کے علاوہ یہ دہنی جانب سے لکھا جاتا ہے جو بائیں جانب کی
بہبیت زیادہ فطرتی عمل ہے۔ ابتداء میں عبرانی یونانی خط بھی دہنی جانب ہی
سے لکھا جاتا تھا، بعد میں تحریر کا طریقہ بدل گیا۔

یونانگری حروف میں بہت زیادہ مکلف ہے۔ اس کی شکلیں
مہدوستانی زبان کے نئے کافی نہیں ہیں لیکن زاغ، ف، ق کے ہم آداؤ حروف

کے اضافہ کی ضرورت ہے۔ اس میں سہولت یہ ہے کہ ہر حرف کے ساتھ اس کا اعراب لگا ہوتا ہے اردو کی طرح مخدوف نہیں ہوتا۔

رسم الخط کے سوال کو منددوں نے ضرورت سے زیادہ اہمیت دے دی۔ ان کے مسلسل زبردست پروپگنڈہ کا یہ نیجہ ہوا کہ ممالک متعدد میں دیناگری خط کا عام رواج ہو گیا اور مدرسون اور دفاتر میں بھی اس کا دخلہ ہو گیا۔ مسلمانوں کو بھی چاہئے کہ وہ اس خط سے نا آشنائی رہیں تاکہ وہ ان کتابوں کو بھی پڑھ سکیں جو منہدی میں کثرت سے شایع ہو رہی ہیں۔ حروف شناسی بہت جلد حاصل ہو سکتی ہے۔ میں نے اس کو یا قاعدہ کسی سے نہیں سیکھا مگر تھوڑی سی محنت کی تھی اس لئے میں منہدی پڑھ لے سکتا ہوں اگرچہ مخلف کے ساتھ۔ منہد و بہت سخت غلطی کریں گے اگر وہ اردو کو پہلی ترک کر دیں گے، کیوں کہ اردو کا علمی زخیرہ اتنا بڑا ہو گیا ہے کہ منہد اس سے مستفی نہیں رہ سکتے، خوصاً ترجیح جو عثمانیہ یونیورسٹی کی بدولت حیدر آباد میں شایع ہو رہے ہیں ان سے بارس کی یونیورسٹی بھی فائدہ اٹھا رہی ہے۔

مض رسم الخط کے جدا ہونے کی وجہ سے اردو منہدی دو جدا زبانیں کھلا سکتیں ان میں گزٹ شرقی پیدا ہو جائیں گے اس کا سبب کچھ اور ہی ہو گا نہ کہ رسم الخط۔

زبان کی تخلیص منہدوستانی فارسی اور بجا شاکی اولاد ہے۔ عربی اور سانکرت کو اس سے نافی اور دادی کا دور کا رشتہ ہے۔ ابتداء میں اردو ادبیت کے لئے فارسی

کی تعلیم اسی قدر ضرور تھی جیسا کہ انگریزی، فرانسیسی اور جرمن ادبیت کا دارو
دار کلاس کے لاطینی اور گریک کی تعلیم پر تھا۔ مگر اب یورپیں مادرن لانگوچون
کی طرح اردو اس حالت کو پہنچ گئی ہے کہ اس کو فارسی کی چند اس ضرورت
نہیں اور عربی سے تو صرف اصطلاحات ہی اخذ کرنا چاہئے جیسا کہ انگریزی
نئی اصطلاحات کے لئے لاطینی کی محلج ہے۔

اگر مجھے ایک طرف مہدی کے حامیوں سے یہ شکایت ہے کہ
وہ ان عربی الفاظ کے بجائے چوکڑت انتظام سے عام فہم ہو گئے ہیں
سانسکرت کے ایسے لفظوں کو مردوج کرنا چاہئے ہیں جن سے عوام اس وقت
ناماؤں ہیں، تو مجھے مسلمانوں سے بھی گلم ہے کہ وہ بے ضرورت عربی الفاظ
سے عبارت کو ایسا بو جھل کر دیتے ہیں کہ وہ لوگ جن کا ملنے علم خانوی تعلیم
کے درجہ سے بڑھا ہوا نہیں ہے اس کے سمجھنے سے قاصر رہتے ہیں۔ کیا
بمبئی، مدراس یا میسور کے مسلمان لکھنؤ یا لاہور کا کوئی اخبار اچھی طرح سمجھکر
پڑھ سکتے ہیں؟ ہمارا کمپنی میں بھی عورتوں کے طبقہ کا یہ حال ہے کہ اردو
کی جدید ادبی کتاب کا پڑھنا تو کجا اور حدیث و فقہ کی کتابوں کا مطالعہ
ایک طرف، وہ بخاری قرآن کا ترجمہ بھی سمجھ نہیں سکتیں۔ اس زمانہ کے پڑھے
اویپ علماء سید سلیمان ندوی نے ایک دفعہ مجھ سے کہا کہ وہ اردو میں کتاب پڑھنے
کا ایسلا تضییف کرنا چاہتے جس کو عورتیں سمجھ سکیں۔ انہوں نے کہا کہ جھاپٹنے سے پہلے
میرا پی ہر تحریر کو اپنی بیوی کو پڑھ ساؤ مگا اور جو لفظ ان کی سمجھ میں نہیں آئیگا اس کو
میری موڑ میں ایسے سسلہ کی عورتیں کے برابر مردوں کو بھی ضرورت ہے۔

آج سے پچاس سال پہلے علماء اپنا سردھنے تھے کہ سید احمد خاں الی
عام فہم اردو لکھتے تھے کہ ان کے مضامین کو سب لوگ سمجھتے تھے اور ان
کے خیالات کا رنگ سب پر چھا جاتا تھا، اس کے برعکس علمائی تصانیف
کو کوئی بھی سمجھنیں سکتا تھا آج سید احمد خانی اردو خفود ہو رہی ہے اور جدید
اہل قلم کی دلیلیں ایسا نہیں کے سامنے علماء قدیم کی طرز تحریر بھی شرمناتی ہے۔ سی
آج کل ہر قوم اپنی زبان کو خالص ملکی زبان بنارہی ہے، وہ سیا
غلبہ سے زیادہ پر دلیلی زبان کے غلبہ سے متنفر ہے۔ ایرانیوں نے اپنی زبان
کو خالص بنایا، فارسی سے عربیت ایک بڑی حد تک خارج ہو چکی۔ اب تک
اپنے کلچر کو اس وقت تک کامل نہیں سمجھتے جب تک کہ ان کی زبان بالکل
خالص نہ ہو جائے۔ عربی الفاظ کی جگہ وہ ڈھونڈ ڈھونڈ کر ترکی لفظ برستے ہیں۔

پر دلیلی کلچر سے نظرت کو اسلامی زبان کہ سکتے ہیں نہ مہدی
کو مہدیوں اردو میں اسلامی لٹریچر کا بڑا ذخیرہ جمع ہو گیا ہے اور اس میں
روز بروز اضافہ ہوتا جاتا ہے۔ اگر مہدیوں کے مذہب کی کتابیں اس میں کم
ہیں تو یہ ان کا قصور ہے۔

جب انگریز حکومت کی ضروریات پوری کرنے کے لئے مہدوتوں
کو انگریزی سکھانے لگے تو مسلمانوں نے اس سے کنارہ کشی اس لئے کی کہ دلیلی
طرز تعلیم کو چھوڑ کر پر دلیلی زبان میں پر دلیلی تعلیم حاصل کرنا ان کو ناپسند
تھا۔ اور جیسا کہ مسلمانوں کی ہمیشہ عادت رہی ہے کہ وہ ہر چیز کو مذہبی نکھڑے

نظر سے دیکھتے ہیں، انہوں نے انگریزی تعلیم کو بھی ایسا ہی کفر قرار دیا جیا کہ یورپین لباس اور طرز معاشرت کو۔ حقیقت میں یہ تصادم کلچر کا تھا اور مسلمان نہیں چاہتے تھے کہ ان کے مہندوستانی کلچر پر پرولیسی کلچر کا غلبہ ہو جائے۔ یہ ایک اعلیٰ درجہ کی حب الوطنی تھی جس کے انہمار میں مہندوہیتے رہے، مگر مسلمانوں نے اس میں اپنا نقشان کر کے بھی مبالغہ کیا۔

انگریزی تعلیم کی کمی کو پورا کرنے کے لئے سید احمد خاں کی سر کردگی میں مسلمانوں کو بڑی جدوجہد کرنے کی ضرورت پڑی اور ان کو اپنا ایک تعلیمی مرکز علیگڈہ میں بنانا پڑا۔ اس کی اصلی غرض توی کلچر کا سنبھالنا تھا اور اس کی تحت میں مسلمانوں کو نہ ہی تعلیم دینا بھی مقصود تھا۔ علیگڈہ میں مہندوؤں کے لئے بھی بورڈنگ ہوس بنائے گئے۔ عربی ادب کے لئے وہاں مولوی مقرر تھے تو سان کرت کے لئے پڑھت۔ ابتداء میں کثرت سے مہندوؤں اور مسلمانوں کے ساتھ ساتھ تعلیم پاتے تھے مسلمانوں کی دیکھا دیکھی مہندوؤں نے بھی اپنے مقدس مقام بنارس میں مہندو کالج بنالیا، رفتہ رفتہ علیگڈہ اور بنارس کے کالج یونیورسٹیاں بن گئے۔ مسٹر مانگلاد آنجمانی نے یونیورسٹی بنانے کی اجازت دیتے سے پہلے بھتیر اچاہا کہ مجوزہ یونیورسٹیاں آکسفورد اور گنیا مبرح کی طرح شہروں کے ناموں سے منسوب ہوں، نہ اہب کے ناموں سے موسوم نہ ہوں، مگر مسلمانوں اور مہندوؤں نے ان کی بات نہ مانی اور ایک تعلیمی مرکز اسلامی اور دوسرا مرکز مہندو ہو گیا۔

دینی اور دنیا و می تعلیم کی دینی اور دنیا و می شعبوں میں تقسیم

تعلیم کی دینی اور دنیا و می شعبوں کی اختراع ہے جو انھوں نے
ہندوستان میں پیدا کی ذریعہ خود ان کے ملک میں یا کسی ادراست میں قوم میں
تعلیم کو اس طرح تقسیم نہیں کیا جاتا۔ کیا فقط مقدس کتاب کا پڑھنا ہی دینی تعلیم
ہے؟ اخلاق و آداب کی تعلیم کو دینی تعلیم کہنگے یاد نیوی؟ بچہ کو موئہ دھونا
سکھا تو تعلیم معاشرت ہے اور وضو بنانا سکھا تو مذہبی تربیت ہے ؟ مانع
پڑھو تو دنیوی مضمون ہے قرآنی قصص یا حدیثی روایات پڑھو تو وہ مذہبی
صیغہ کھلائے؟ اس بھی وہ تقسیم نے تعلیم کو ایک لا یعنی شے نبا دیا۔ تعلیم
کی اصلی غرض متعلموں میں کلچر کا پیدا کرنا ہے اور اس میں دینی وقفیت
اور مذہبی عمل بھی شامل ہے۔ اصل دین عبارت ہے حقایق و عیاوت سے
باتی جو کچھ ہے وہ معاشرت ہے جو تمام افراد قوم کے لئے بلا بحاظ مذہب
مکار ہے اور ہونا چاہئے، مذہب کی بنا پر معاشرت کی تقسیم نہیں ہوتی
ادرنہ ہونی چاہئے۔

مذہبی تعلیم کو اگر ہندو بھی ایسا ہی ضروری سمجھتے جیسا کہ مسلمان
سمجھتے ہیں تو اس مسئلہ میں کوئی بحث نہ ہوتی اور ہر مدرسہ کے نقطہ ادھارت
میں کچھ وقت اس کے لئے مخصوص ہوتا جب کہ مسلمان اپنی دینیات اپنے
مولوی سے اور ہندو اپنی مذہبی ضروریات اپنے پڑھت سے جاصل کرتے۔
ماں کب متحده میں ایک مکیٹی تعلیم کے مسئلہ پر غور کرنے کے لئے بیٹھی ہو رہا س میں یہی
فیصلہ ہوا کہ مدارس میں مذہبی تعلیم کا بند دست بہت ہونا چاہئے اور مسلمانوں

اور مہند و دوں کی مذہبی تعلیم اسی طریق پر ہو جوان جانعتوں کی کیشیاں
مقصر رکھیں۔

مذہبی معلم کو مدرسہ کے اساتذہ میں شمار کرنا چاہئے اور اس
کی تخلص اسی فنڈ سے دی چانی چاہئے جس سے دوسرے اساتذہ کی تخلص میں
دی جاتی ہیں۔ مسلمانوں کو ہر صوبہ میں اس بات پر اصرار کرنا چاہئے کہ مہندو
چاہے مذہبی تعلیم کی خواہش کریں یا نہ کریں، مسلمانوں کے لئے ہر اس مدرسہ
میں، جس میں مسلمانوں کی خاصی تعداد ہو، اوقات مدرسہ کے اندر مذہبی
تعلیم کا بندول بست سکیا جائے، معلم کا تقرر مسلمانوں کی کمیٹی کی رائے
سے ہو، اور اس کی تخلص مدرسہ کی اہتمامی مجلس ادا کرے اور اس کو
گرانٹ کے لئے محظوظ کیا جائے۔

ابہم کو قومی تعلیم کے طریقہ پر نظر ڈالنی چاہئے تاکہ اس
ابتدائی تعلیم کی موجودہ خرابیوں کی اصلاح کا بندول بست کیا جائے۔

ابتدائی تعلیم قومی کلچر کی بنیاد اور کرسی، شانوی تعلیم اس کی عمارت
اور یونیورسٹی کی تعلیم کنگوروں کی آرائش ہے؛ بچہ پہلا سبق ماں کی گود میں
سیکھتا ہے۔ جس قدر تعلیم یافہ ماں ہو گی اسی قدر اچھی تعلیم بچہ کی ہو گی۔ جوں
کہ مہندوستان میں ماں میں فی الحال آن پڑھ ہیں ابتدائی مکتبوں کے استادوں کو
ماں کا کام بھی کرنا چاہئے، مگر ان میں اتنی قابلیت کہاں کہ وہ اپنا کام ہی
اچھی طرح کر سکیں جو ہائیکے تربیت یافتہ ماڈوں کی طبقہ لیں۔

ابتدائی تعلیم اس درجہ کی ہوئی چاہئے کہ اس کا عصل کرنے والا پچھے

معنوں میں پڑھا لکھا آدمی سمجھا جاسکے، اور اس کا مبلغ علم اس کی ضروریات زندگی کے لئے کافی ہو۔ پھری رائے میں اتنی تعلیم سات برس سے کم میں نہیں ہو سکتی۔ اس نے الینٹری سکول کی پاینج کلاسیں کافی نہیں ہر ایک بچہ کو اپر الینٹری اسکول کے مدارج بھی طے کرنا چاہئے۔ نصاب تعلیم اس طرح مرتب کیا جائے کہ دوسرے درجہ میں جس میں بچہ اردو یا ولیٰ زبان کی دوسری کتاب پڑھتا ہے، عربی کا قاعدہ شروع کرایا جائے اور تیسرا درجہ میں قرآن کا پارہ عم بچوں کے ناتھ میں دیا جائے۔ اس موقعہ پر میں آپ کی توجہ اس کتاب کی طرف مبینڈل کر انما چاہتا ہوں جس کو ”بچوں کی تفسیر“ کے نام سے دفتر قرآنی تحریک نے حیدر آباد دکن سے حال میں شائع کیا ہے۔ اس میں پارہ عم کی هر سورۃ کو چند سبقوں میں اس طرح تقسیم کیا ہے کہ پہلے سبق میں عفرد الفاظ اسم اللہ، رحمن، رحیم کے نئے بنانے کے بعد بسم اللہ الرحمن الرحیم کا ترجمہ ہے۔ اسی طرح دوسرے سبق میں حمد رب، عالمین، مالک، یوم اور دین کے عفرد معنوں کے بعد سورۃ فاتحہ کی پہلی تین آیتوں کا سلیس ترجمہ ہے اور پانچویں سبق میں سورۃ کا ترجمہ ختم ہونے کے بعد اس کی ایسی مختصر تفسیر ہے جس کو نبچے آسانی سے پڑھا اور سمجھ سکتے ہیں۔ اس طرح با معنی پارہ عم کی تعلیم چوتھے درجہ میں ختم ہو جائے تو پانچویں درجہ میں عادتی طور پر ختم قرآن ہو سکتا ہے۔ ابتدائی درجوں میں پورا قرآن با معنی پڑھانا ضروری نہیں ہے صرف پارہ عم کی با معنی تعلیم کافی ہے اور وہ ”بچوں کی تفسیر“ کے ذریعہ سے دو برس میں ہو سکتی ہے۔

اس نظام سے یہ فائدہ ہو گا کہ قرآن ختم کئے تک نچے پانچ درجہ تک دوسرے مضمایں پر بھی عبور حاصل کر سکنگے۔ اس وقت عام دستور ہے کہ مکتب میں نچے چار پانچ برس تک فقط قرآن پڑھتے ہیں، اس کے بعد جب دہ سکول کو جاتے ہیں تو ان کی عمر درجہ کے دوسرے بچوں سے زیادہ ہوتی ہے۔ جس کے بالفاظ دیگر یہ مخفی ہیں کہ مسلمان بچوں کے تین چار برس ضایع ہو جاتے ہیں۔

جس مقام پر مسلمانوں کی مادری زبان اردو نہیں ہے وہاں ابتداء تعلیم دیسی زبان میں ہونی چاہئے اور اردو کی تعلیم بطور دوسرا زبان کے دوسرے درجہ سے شروع ہونی چاہئے۔

مسلمانوں کے میلوں میں مسلمانوں کے لئے ابتدائی مدارس علیحدہ ہوں تاکہ ان کی ضروریات کے مطابق مسلمان مدرسون کے ذریعہ سے تعلیم دی جائے۔ مگر جن مخلوقوں میں مسلمانوں کی تعداد کم ہے وہاں کے عام مدرسے میں مسلمان بچوں کو قرآن اور اردو پڑھانے کا بندوبست کیا جانا چاہئے۔ جو کہ پانچ چھے سال کے نچے اپنے گھروں سے زیادہ دور نہیں جا سکتے ان کے لئے ابتدائی دو تین جماعتوں کے متعدد مکتب قائم کئے جائیں اور رکھنی آبادی میں سات آٹھ جماعتوں کا مرکزی مدرسہ ہو جس کا صدر مدرس تھتی مکبوں کے اختظام اور نگرانی کا بھی ذمہ دار ہو۔ صوبہ مدراس میں مشیر چاہیں نے متفرق مدارس کو ایک جگہ جمع کرنے کی جو تجویز پیش کی ہے اس کے مطابق مسلمانوں کے اعلیٰ درجے چار سے آٹھ تک مرکزی سکول کی عمارت میں رکھے جائیں اور

اس کے صدر مدرس کی ان درجہن پر حکومت ہو تو اس انتظام سے مسلمانوں کو مخالفت ہونی چاہئے۔ اس میں جو فوائد مضمون ہیں وہ ظاہر ہیں ان کی صراحت کی یہاں ضرورت نہیں۔

ابتدائی تعلیم کے موجودہ طریق کا یہ بڑا نقش ہے کہ مدارس میں بچوں کی دماغی درزش ضرورت سے زیادہ کی جاتی ہے مگر ان کے ناتھ پاؤں سے بہت کم کام لیا جاتا ہے۔ ان کو زراعت، باغ بانی، پارچہ بنی ^{کفیل اصحاب فتح} بنا جاری دغیرہ بھی سکھانا چاہئے۔

مسلمانوں کو اصرار کرنا چاہئے کہ عام مدارس میں مسلمانی مدرسیوں کی خاصی تعداد ہو۔ یہ مطالبہ اسی اصول پر ہے جس پر ہم خدمات عامہ میں اپنادا جب چاہتے ہیں۔ اس سے یہ بھی فائدہ ہو گا کہ مسلمان مدرس سب طلباء کو اپنا خاص مضمون پڑھانے کے علاوہ مسلمان طلباء کو اردو اور قرآن بھی پڑھا سکیں گا اور ان مصائب میں کے لئے علیحدہ مدرس کے رکھنے کی ہر چیز ضرورت نہیں پڑیگی۔

ابتدائی تعلیم لازمی اور جبری ہونی چاہئے اور کسی مقام پر مسلمان لڑکوں یا لڑکیوں کو اس سے مستثنی نہیں کرنا چاہئے۔ کسی مقام پر جبری تعلیم کے قانون کا عمل کسی جماعت پر اسی وقت ہو سکتا ہے جب کہ دنیا اس جماعت کے سب لڑکوں یا لڑکیوں کی تعلیم کے لئے ضروری تعداد میں مدد ہو جو ہوں۔ اس لئے کہیں کہیں ایسا ہوا ہے کہ مسلمان لڑکوں یا لڑکیوں کو قانون کے عمل سے مستثنی قرار دے کر ان کی تعلیم کا سامان کرنے کی ذمہ داری سے پہلوتی کی گئی ہے۔ کہیں کہیں ناقابت انہیں مسلمان خود خصوصاً لڑکیوں

کے لئے استاد کی خواہش کرتے ہیں۔ ایسی غلط علمیوں کو روکنا چاہئے۔
ثنا نوی تعلیم پر اپنے طریق تعلیم میں یہ بڑا فائدہ تھا کہ استاد عالم و
 نونہ ہوتا تھا، اس لئے شاگرد اس کا بڑا ادب کرتے تھے اور اس سے نہ
 صرف کتابی علم حاصل کرتے تھے بلکہ اس سے حسنِ اخلاق بھی سیکھتے تھے۔
 استاد اور شاگرد کے درمیان فربی اور دیرپا تعلق ہوتا تھا۔ درس و تدریس کا
 کام وہ لوگ بطور پیشہ کے نہیں اختیار کرتے تھے بلکہ اپنے علم سے دوسروں کو فیض یاب کرتے
 کو خدا کی خوش نو دی کا ذریعہ اور خلائق کی علمی خدمت کو خدا کی عبادت کے ساوی
 سمجھتے تھے۔ جو کچھ طلباء کے دلیوں سے ہبہ تماں جاتا تھا وہ ان کے گزرا ادقات
 کے لئے کافی تھا۔ باقی رہی عزت سواس کا انحصار علم و قصیلت پر تھا اس کے مال
 و دولت پر استاد کے سامنے بادشاہ کا بھی سر جھکتا تھا۔ اس وقت مدرسہ
 قوی کلچر کی ٹکسال ہوتا تھا اور وہی کھرا انسان سمجھا جاتا تھا جس پر مدرسہ کی
 سہر لگی ہوتی۔

آج کل مدرسوں میں اتنے مضافین پڑھنے پڑھتے ہیں کہ مرد جو
 میں طالب العلم کو چار پانچ استادوں سے سابقہ پڑتا ہے یہاں تک کہ جتنا
 تعلیم پر کسی سے پوچھو تو وہ اپنے استادوں کے نام تو کجا ان کا شمار بھی نہ
 بتاسکے۔ اب استاد کی شخصیت بے کار ہو گئی ہے اس کے مونہ سے سبق
 ایسا ہی نکلتا ہے جیسا کہ گرامون سے آواز۔ استاد کو شاگردوں میں فقط
 اس قدر بچپی ہے کہ پاس ہونے والوں کی تعداد میں کمی نہ ہو اور اس سے

جب طلبی نہ کی جائے۔ اس کو علم سکھانا کہتے ہیں تعلیم یا اچوکش نہیں کہ سکتے۔ اس قسم کی تعلیم کا یہ نتیجہ ہے کہ ہر طرف دو پاؤں پر چلتے پھر تے کتب خانے دکھائی دیتے ہیں، ایسے لوگ کم نظر آتے ہیں جن کی چال ڈھال سے نشت دبر خاست سے، وضخ و قطع سے، بلکہ باتِ چیت سے یہ پایا جائے کہ وہ تعلیم یافتہ ہیں۔ تعلیم کا ادنیٰ نتیجہ شایستگی ہے مگر اس کا مہندوستان میں قحط ہے۔ علم کی روشنی کے ساتھ مثال دی جاتی ہے اور جمل کی تاریکی کے ساتھ مگر دیرہ سوبرس کی انگریزی تعلیم سے ہمارے دماغ کی اتنی بھی تاریکی دور نہیں ہوئی کہ ہم رسمی اور رواجی باتوں میں سیاہ کو سفید سے تمیز کر سکیں۔ اگر کم از کم ہماری عقلِ معاش ہی پر علم کی اتنی صیقل پھرتی کہ ہم دھندا روزگار ہی پیدے ہو سکتے تو عنیمت تھا۔ مگر اس میدان میں ہمارا یہ حال ہے کہ سرکاری نوکری کو ہم اپنا بہترین کسب سمجھتے ہیں اور دوسرے پیشوں میں تو ہم نے کو دھن ہی کو دھن ہیں۔

آج کل ہر یورپ میں قوم اپنے تعلیمی حکمہ کا جائزہ لے رہی ہے اور وہ نفع اور نقصان کا توازن کرنے کے بعد اس فیصلہ پر پہنچی ہے کہ موجودہ نظام تعلیم پر محنت وزر کے جو مصادر فکری ہوتے ہیں ان سے جو تاثیح پیدا ہونے چاہئیں وہ نہیں ہوتے۔ بخلافِ دیگر اس میں دیشیح یعنی تفسیح بہت ہے۔ جب یورپ کا اپنے نظام تعلیم کے متعلق یہ فتویٰ ہے تو مہندوستان کے تعلیمی سروشوئر کے متعلق کون سے افاظ استعمال کئے جاسکتے ہیں۔

بات یہ ہے کہ جب تک ہم کو خود مختاری حکومت نہیں ملیگی ہم

اپنی تعلیمی تنظیم کو اس طریقہ پر نہیں کر سکتے گے جو ہماری ضروریات کے مناسب ہو۔ اس وقت ہم صرف یہی کر سکتے ہیں کہ ادھر اُدھر تھوڑی تھوڑی اصلاح کرنیں اور مسلمان موجودہ نظام سے جس قدر فائدہ اٹھا سکتے ہیں انھائیں۔

یہ ظاہر ہے کہ جس شہر، ضلع یا صوبہ کی مقامی زبان اردو نہیں ہے وہاں اردو بولنے والوں کی ثانوی تعلیم میں سخت رکاوٹیں ہیں۔ ایک آدمی جگہ مسلمان اپنا خاص ثانوی مدرسہ بنایا سکتے ہیں مگر ہر جگہ اس کا انتظام نہیں ہو۔ مدرس پرستی نہی کے جس شہر میں مسلمانوں کے لئے ہائی سکول قائم ہوا ہے وہاں ثانوی تعلیم میں مسلمانوں کا تناسب ہندوؤں کے مقابلہ میں بہت بڑھ گیا اور سال بہ سال بڑھتا جاتا ہے۔ برعکس اس کے جہاں مسلمانوں کے لئے ہائی سکول نہیں ہے وہاں طلباء کی تعداد میں مسلمانوں کا تناسب ان کی مردم شماری کی نسبت سے بہت کم ہے۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ عام سکولوں میں کوئی بات ایسی ضرور ہے جو مسلمانوں کو ان سے فائدہ اٹھانے سے روکتی ہے اور علیحدہ سکول میں مسلمانوں کے لئے کوئی وجہ کشش بھی موجود ہے۔

ابتدا ای مدرسہ اور ہائی سکول کے درمیان ڈل سکول بطور زینہ کے ہے کہ طلباء اس میں سے گزر کر ایک حالت سے دوسری حالت کو جاتے ہیں۔ ابتدائی مدرسہ میں مسلمان بچے قرآن، دینیات اور اردو پڑھتے تھے، ڈل سکول میں وہ مقامی زبان میں زیادہ مہارت حاصل کریں تاکہ ہائی سکول میں وہ غیر مسلم طلباء کے ساتھ مقامی زبان میں بھی ہم سبق ہو سکیں۔ ڈل سکول میں ان کی اردو کی تعلیم مکمل ہو جائیگی اور وہ فارسی یا عربی کو بطور دوسرا زبان کے سمجھنے

لگنے اور ان کی مدد ہی تعلیم بھی ختم ہو جائیگی۔ دوسرے مصایب میں کوچھی مسلمان استادوں سے اردو زبان میں ترجمہ کے ساتھ پڑھنے کا ان کو موقع ملیگا۔ اس لئے جہاں کہیں مسلمانوں کی خاصی آبادی ہو وہاں یا تو مسلمانوں کے لئے علحدہ مدل سکول ہوں یا عام سکول میں بہلی تین جماعتوں میں مسلمان طلباء کے علحدہ سکشن ہوں۔

عام تازوی سکول کے ہر درجہ میں اردو تعلیم کے لئے نشی مقرر ہوتا چاہئے اور یہ نشی مسلمان بچوں کو مدرسہ کے اوقات میں مدد ہی تعلیم بھی دے۔ ہر سکول میں عام مصایب کی تعلیم کے لئے بھی مسلمان استاذ کی مناسب تعداد ہونی چاہئے مسلمان استاذ کی موجودگی اور ان کی حمایت بھی مسلمان طلباء کی کشش کا باعث ہوتی ہے اور استاذ کی کمی میں مسلمان استاد ان رکاوٹوں کو پیش کر کے جو مسلمانوں کی راہ میں عائل ہیں ان کا دفعہ کر سکتے ہیں۔

نظام تعلیم پر جماعت اور زر صرف ہوتا ہے اس سے پورا پورا فائدہ اس لئے حاصل نہیں ہوتا کہ

(۱) جماعت میں پوری تعداد نہیں ہوتی اور استاد کو چند بچوں کے لئے اتنی یہ محنت کرنی پڑتی ہے جو پوری تعداد کے لئے ضروری ہے۔

(۲) بہت سے نیکے مدرسے کی آخری جماعت تک تعلیم ختم کرنے سے پہلے مدرسے چھوڑ دیتے ہیں اس لئے جو روپیہ ان کی تعلیم پر خرچ ہوتا ہے وہ ضائع جائے اور ان بچوں کی تعلیم جو مدرسہ کی انتہائی تعلیم ختم کرتے ہیں اوس پر منفی

پڑتی ہے۔

ان خرابیوں کا تدارک اس طرح ہو سکتا ہے کہ ہر قصبه میں اور شہر کے ہر مسلمان محلہ میں مسلمانوں کی ایک چھوٹی تعلیمی کمیٹی ہو، جس کا یہ فرض ہو کہ (۱) محلہ کے مسلمان چوں کو مدرسہ میں داخل کرائے اور ان کی بلا ناغہ حاضری کا بند دبست کرے۔

(۲) اس کی نگرانی کرے کہ ہر چھوٹی ایک جماعت سے دوسری جماعت کو ترقی کرے ایک سال سے زیادہ ایک جماعت میں رکا نہ ہے، (۳) کسی بچے کو مدرسہ چھوڑنے نہ دے تا وقتنکہ وہ اس مدرسہ کی آخری جماعت تک تعلیم نہ پائے،

(۴) اس کی کوشش کرے کہ جو بچے ابتدائی تعلیم ختم کرتے ہیں ان میں سے بڑی تعداد شانوی سکول میں داخل کرائی جائے، (۵) جو بچے مڈل سکول کی آخری جماعت کا امتحان پاس کرتے ہیں ان کو ٹانی سکول میں داخل کرئے،

(۶) شہر کی کمیٹی کا فرض ہو کہ مشرکو لیشن کلاس میں پڑھنے والے طلباء کی فہر دلی کے نام اور پتہ کے ساتھ اپنے پاس رکھے اور امتحان کا نتیجہ معلوم ہونے پر طلباء کے ولیوں کو خط لکھ کر دریافت کرے کہ وہ اپنے لذکوں کو کس کانج میں داخل کرنا چاہتے ہیں اور اگر ان کی تعلیم موقوف کرنا چاہتے ہیں تو اس کی کیا وجہ ہے،

(۷) جو طلباء غربت کی وجہ سے تعلیم سے دست بردار ہو نا چاہتے ہیں ان کو

حتی الوضع مدد دلانے کی کوشش کرنا بھی سہ رکھی کا فرض ہو گا۔

سدانوں کو ہر صوبہ میں دیسی زبان میں مہندوؤں کے دلیزی زبان پر اپریا قت حاصل کرنی چاہئے۔ حکومت خود انتخیاری حاصل کرنے کے بعد ہر صوبہ میں نظام حکومت کے کاروبار دلیزی زبان ہی میں کئے جائیں گے اور اس زبان کی وساحت سے مدرسون میں آیندہ تعلیم ہو گی اور مہندوستانی یعنی اردو یا مہندی میں الصویجات کی زبان ہو گی۔

کالجی تعلیم چوں کہ یونیورسٹی کے معنے جامعہ کے ہیں یعنی جہاں ہر علم اور دو فارسی اور عربی کا پروفیسر مقرر کرنے سے پہلو تھی کہ نہیں سکتا۔ صیغہ تاریخ کے نصاب میں اسلامی تاریخ اور صیغہ قانون میں اسلامی فقہ شامل ہونا چاہئے۔ ایک زمانہ آئیگا جب کہ ہم قرآن کی کسی مستند تفسیر کو بطور ایک علی مضمون کے نہ بطور مذهبی تعلیم کے سرو یونیورسٹی کے نصاب میں شامل کرائیں گے اس لئے اس کی تحریک بھی وقتاً فوقتاً ہوتی رہنی چاہئے۔

عربی مدرسہ ہر صوبہ اور ہر ریاست میں کم از کم ایک عربی مدرسہ فقہ کی تعلیم ہو۔ ایک زمانہ آئیگا جب کہ اسلامی جامعہ میں ان تمام مضامین کی تعلیم ہو گی اور اس سے اسی طرح بالغ العلوم دینی اور مالک اعلوم مذهبی نہیں گے جس طرح کہ اب باچرخ ارشاد اور ماشرف سینس نہیں نہیں ہیں۔ اس وقت تک ہم پرانی طرز کے عربی مدارس سے مستغنی نہیں ہو سکتے۔ عجیب لیثیو کو نسل کی ایک

تحریک پر مدرس میں ایک مسلم اپجوکیشن کمپنی قائم ہوئی تھی، اس نے اپنی سفارش کی رپورٹ گورنمنٹ میں پیش کی ہے۔ اس کی ایک سفارش یہ بھی ہے کہ عربی مدارس کا نصاب قائم کیا جائے، اس نصاب کے مطابق مدارس میں درجہ بندی ہو اور ایک مدرسہ میں جہاں تک تعلیم ہوتی ہو اس کے مطابق اس مدرسہ کا بھی درجہ قرار دیا جائے اور جس طرح سانسکرت کا بھروسے کے معاملہ اور بگرانی کے لئے ایک خاص انسپکٹر مقرر ہے، عربی مدارس کے لئے بھی سرکاری ناظر مقرر ہو اور عربی مدارس کو گرانت (سرکاری اعانت) دی جائے۔

اساتذہ کی تعلیم اساتذہ کی تعلیم کا سلسلہ بہت اہم ہے۔ چون کہ اساتذہ کی تعلیم ہیں کم ہوتی ہیں مسلمان استاذ کم اپنے کے لئے آمادہ ہوتے ہیں، اور جو غریب لوگ اس طرف متوجہ ہوتے ہیں ان میں تی اس تعداد نہیں ہوتی کہ ٹریننگ کے معارف برداشت کر سکیں اور ٹریننگ کی مدت تک اپنا گزارہ کر سکیں۔ مدرس میں اساتذہ کے لئے جو اسٹینپ (اوٹینفم) ستر ہے وہ مسلمانوں کو کافی نہیں ہوتا کیوں کہ ہندو کی بہنست ایک مسلمان کے لحاظ رہنے کا خرج زیادہ ہوتا ہے۔

میبا ریس مسلمان اساتذہ کو تعلیم دینیات دی جاتی ہے اور جس طرح اور مصاہین سکھانے کا قاعدہ اساتذہ کو بتایا جاتا ہے ان کو دینی تعلیم دینے کا طریقہ بھی سکھایا جاتا ہے۔ اس کے علاوہ میبا ر کے ملادوں کو جو میبا ر کھلاتے ہیں اور مکتبوں میں تعلیم دیتے ہیں ٹریننگ کے لئے بھی ٹریننگ سکولوں میں کلاسیں کھوئی گئی ہیں۔ مدرس مسلم اپجوکیشن کمپنی نے سفارش کی ہے کہ

مسلمان اساتذہ کی ٹریننگ کے لئے جو علیحدہ سکول ہیں ان میں مذہبی تعلیم دی جائے تاکہ مسلمان اساتذہ اپنے مذہب سے ناداقف نہ ہوں اور اگر ضرورت پڑے تو وہ مدارس میں مذہبی تعلیم بھی دینے کے قابل ہوں۔

اب چوں کہ عربی مدارس میں انگریزی بطور زبان ثانی کے پڑھائی جاتی ہے، میں نے رائے دی ہے کہ عربی مدارس میں ٹریننگ کا بھی انتظام ہو اور ٹریننگ کلاسیں ریکلینیز کرائی جائیں تاکہ جو مولوی عربی مدارس سے فارغ التحصیل ہو کر بخلتے ہیں وہ نہ صرف مسجدوں میں امامت کریں، یا واعظ بنیں، یا مکتبوں کے سیاخی ہوں بلکہ عام مدرسوں میں بھی مدرس مقرر ہوں، جہاں قرآن اور دینیات کے علاوہ اور مضامین کی تعلیم بھی ودودے سکیں۔ اس رائے پر اگر باقاعدہ استقلال کے ساتھ عمل درآمد ہوا تو جو شکایت میں نے صفحہ ۶۴ م پر کی ہے وہ دوڑ ہو جائیگی اور ہمارے پھول کی جدید تعلیم بھر دین دار علماء کے ہاتھوں میں آجائیگی۔

زمانہ تعلیم ابتدائی، ثانوی اور کالجی تعلیم دینی اور دینوی تعلیم کے زمانہ تعلیم متعلق میں نے جو کچھ کہا ہے، اس کا تعلق لڑکوں اور لڑکیوں دونوں سے ہے، لڑکوں کی تعلیم کے برابر لڑکیوں کی تعلیم کی اہمیت اور ضرورت عام طور پر تعلیم کرنی گئی ہے، اس لئے اس مضمون پر وضاحت کے ساتھ تقریر کرنا سامعین کی ذہنیت کی توہین ہو گی۔

اس وقت مکتبوں میں لڑکیاں سات آٹھ برس کی عمر ہوئے تک لڑکوں کے ساتھ تعلیم پاتی ہیں، اس لئے تیسرے درجہ سے اوپر کی تعلیم کے لئے لڑکیوں کے

علحدہ مدارس ہونے چاہئیں۔ جہاں علحدہ مدرسہ کی گنجائش نہ ہو دباؤ پر یوں
کے عام ابتدائی اور شانوی درسون میں مسلمان لڑکیوں کے لئے اردو، قرآن
اور دینیات کی تعلیم کا بندوبست ہونا چاہئے۔ ایک زمانہ تک مدارس میں
لڑکیوں کے لئے علحدہ کالج کی تحریک کی مخالفت اس بنا پر ہوتی رہی کہ موجودہ
کالجوں سے لڑکیاں وہی فائدہ اٹھا سکتی ہیں جو رٹ کے اٹھاتے ہیں ان کے لئے
علحدہ کالج کی ضرورت نہیں۔ مگر جب کوئی سیری کالج قائم ہو تو وہ لوگ بھی جو
کا بھی تعلیم کے خلاف تھے اپنی لڑکیوں کو اعلیٰ تعلیم دینے پر آمادہ ہو گئے اور جو کوئی
کی تعداد میں اس سرعت کے ساتھ اضافہ ہونے لگا کہ ان کے لئے ایک کالج
کافی نہ رہا اور عورتوں کے دوسرا کئے کالج قائم ہو گئے۔ اب کئی مسلمان
لڑکیاں بھی کالجوں میں تعلیم پا تی ہیں۔

مسلمان استانیوں کے تیار کرنے پر خاصی توجہ ہونی چاہئے۔ یہ نہ
ہی قابل قدر اصلاح متصور ہو گی اگر تمام ابتدائی مدارس میں بجائے استادوں
کے صرف استانیاں متعدد ہوں اور رٹ کے بھی نو دس برس کی عمر تک ابتدائی
تعلیم ماڈل کی تعلیم کے بعد استانیوں ہی سے حاصل کریں۔

باقلوں کی تعلیم ہندوستان میں بے علم کا کامل نہاد اسی وقت
رسیدہ اشخاص کی تعلیم کا انتظام کیا جائے جن کو محنت اور مزدوری سے
دن کو تعلیم کی فرصت نہیں ملتی۔ تعلیم کا بندوبست مفید طریقہ پر ہو۔ مدارس
پرسیدنی میں شبینہ مدارس کا یہ حال ہے کہ حال میں ان پیکر ان مدارس میں

کانفرنس کی یہ رائے ہوئی کہ اگر یہ سب مدارس موقوف کرنے جائیں تو تعلیم کی مقدار نیں کوئی قابل احساس کی نہ ہو گی۔ اس سے ثابت ہے کہ بالغوں کی موجودہ تعلیم انی ناقص ہے کہ اس کا ہونانا ہونا برابر ہے۔

درسی کتب ختم کلام پر مجھے درسی کتب کے متعلق کچھ کہنا ہے۔ اس ہی پر منہ دستانی کلچر کی تنظیم و نشر کا دار و مدار ہے۔ ہم عمر سیدہ لوگ جب ان انگریزی کتابوں کا خیال کرتے ہیں جو ہم کو سکولوں میں پڑھائی جاتی تھیں اور پھر ان کتابوں کو دیکھتے ہیں جو انگریز بچوں کے خاص سکولوں میں ابتدائی درجوں میں آج کل پڑھائی جاتی ہیں، تو ہم کو ان دونوں میں زمین و آسمان کا فرق نظر آتا ہے۔ یورپ میں درسی کتب تیار کرنے کے فن کی ایک مہتمم بالشان حیثیت ہو گئی ہے، اور اس صیغہ کے مصنفوں بچوں کے رجحان طبع، ان کی محسوسات میں جذبہ رغبت و نفرت کی تحریکات، ان کی امنگوں کا میلان، غرض کہ بچوں کی ساری سیکابی (لغیات) کے ماہر ہوتے ہیں، اور وہ معلومات کو بچوں کی درجہ بہ درجہ عمر اور سمجھ کے مطابق بچوں کے سامنے اس ڈھنگ سے پیش کرتے ہیں کہ تعلیمان کے لئے تفریح ہو جاتی ہے، نہ کہ بارجس سے بچہ اکٹائے اور دل چڑائے۔

یہ نہیں جانتا کہ دوسری زبانوں میں کتابوں کا کیا حال ہے، مگر اردو زبان کے جو ابتدائی رسائل میری نظر سے گذرے ہیں وہ عموماً ناقص ہیں۔ اسلامی مدارس میں پڑھانے کے لئے جو کتابیں تیار ہوئی ہیں ان سے یہ نہیں

پایا جاتا کہ جس ملک میں یہ کتاب میں پڑھائی جاتی ہیں اس میں مسلمانوں کے علاوہ کسی اور مذہب کے پردو بھی بے ہیں یا نہیں، اور احمد اور فاطمہ کی دوستی فقط جفرا اور زلیخا ہی سے ہے، یادہ کبھی راما اور سیتیا کے ساتھ بھی کھیلتے ہیں اسلامی کتابوں میں تو تصویر ہوتی ہی نہیں اور مہندوں کے کتاب میں کوئی بچہ بغیر سرپر جٹ اور کمر میں دھوتی کے نظر نہیں آتا۔ مضمون پڑھو تو ایک کتاب میں فقط اسلامی قصے پاؤ تو دوسری کتاب میں سوائے مہا بھارت اور رامائن کی کہانیوں کے کچھ نظر آتے۔

کسی کتاب پر اعتراض ہوا اور وہ لفظاب سے خارج کی جائے تو اس سے کسی فرقہ کی تشغیل نہیں ہو سکتی۔ ضرورت تو اس کی ہے کہ مضغین کی عامہ دہنیت بدلتے، بغیر اس کے اصلاح ممکن نہیں۔ خصوصاً تاریخ کے صفحہ میں مسلمانوں کو واجبی شکایت ہے۔ انگریز مورخوں نے مہندوستان کی تاریخ نویسی میں بہت تعصب دکھایا ہے اور مہندو مورخ بھی ان کے نقشِ قدم پر چلتے ہیں۔ مذہبی اعتقادات کی طرح کچھ تاریخی اعتقادات لوگوں کے دلوں میں یہ گھرے بیٹھ گئے ہیں کہ ان کا دور کرنا سخت مشکل ہو رہا ہے۔ مسلمان یہ نہیں چاہتے کہ سات آٹھ سو سال کی حکومت میں جولزشیں مسلمان حکمرانوں سے ہوئی ہیں ان کی پردہ پوشی کی جائے جو کچھ ان کا مطالبہ ہے سو یہ ہے کہ بات کا بتنگردا بنا کر تھوڑے بچ میں بہت جھوٹ اس طرح نہ ملایا جائے کہ اصل در نقل میں کوئی مشابہت ہی باقی نہ رہے۔ سب سے زیادہ بخ دہ اشاعت اسلام بزرگ دشمن کا مسئلہ ہے جس پر قلم کشی میں مورخوں نے مبالغہ سے نہیں لکھ

اپنی قوت ایجاد سے کام لیا ہے۔ دور کیوں جائے اسی حکم میور میں جہاں
صرف ایک مسلمان باب بیٹھے نے تھوڑی مدت حکومت کی ہے، ان کی تاریخ
میں کس قدر زندگ آمیزی کی گئی ہے۔ ٹیپو سلطان شہید کو مسلمانوں میور کا اور زندگیں یہ
سبھتے ہیں تو انگریز بھی اس میں اسی ندہی تعصب کی پوچھتے ہیں جس کا الزم
زبردستی شرع پرست اور زندگ زیب کے سر تھوپا گیا ہے مسلمانوں کے پاس
سلطان شہید بہت بڑا تاریخی ہیر و ہے جس نے نہ صرف میدانِ جنگ میں شجاعت
اور سلسلہ پاری کے قابل تعریف جو مردگان تھے بلکہ حکومت میں بھی اس کی
مصلحت بنی اور داشتمانہی ضرب المثل ہے، مگر انگریزوں نے اس کو ایسی یہ
شکل میں پیش کیا ہے کہ اگر منہدوں سے نفرت کوئی تو کوئی تجھب کی بات
نہیں۔ انگریزوں کے تعصب کی صرف یہ وجہ ہے کہ ٹیپو سلطان نے انگریزوں کے
 مقابلہ میں فرانسیسیوں سے خود لی تھی۔

تاریخ کا سبق ہم منہدوں کی نکبت کی بڑی وجہ یہ ہے کہ ہم
ان کے عین سباب پر سماری نظر پڑتی ہے نہ ہم ان تسلیح کو بھی اپنی لگانہ میں لائے
ہیں جن کا ان سے پیدا ہونا ضروری ہے۔ تاریخ ہمیشہ اپنے آپ کو دھرا تی رہتی ہے
تاریخ سے اگر تم سچا سجن لیں اور حکمت علی سے کام میں تو ان بڑے تسلیح سے ہم پچ
سکتے ہیں جو اور قوموں نے غلط مسلک پر چل کر بھگتے تھے۔ مسلمانوں کی حکومت میں
یہ ایک قابل تعریف بات تھی کہ دہ رعایا کو دہا کچل کر ان کی مردمی کو ایسا برآد
نہیں کر دیتے تھے کہ وہ پھر کبھی اپنے فاتحوں کے مقابلہ میں سرانجام سکیں۔ اس
کے برخلاف وہ رعایا کو اپنے ہم قوموں کے برابر حقوق دیتے تھے اور ان کو ترقی
کرنے کے وہ سب موقع میھر جو تے تھے جو مسلمانوں کو حاصل تھے۔ چنان پھر پہنچا

میں باوجود آنہ صدیوں تک مسلمانوں کے ماتحت رہنے کے دہان کے باشندوں کی وقت تی میں بجائے ننزل کے اس قدر ترقی ہوئی کہ ایک ہسپانی بادشاہ کھڑا ہوتے ہی ہسپانی فوج نے عرب غیر ملکیوں کو شکست فاش دی اور ان سب کو اپنے ملک سے خارج کر چھوڑا۔ ہسپانیہ کے بخلاف مہندوستانی دو آپہ میں جس میں لگھا جنا بھتی ہیں مسلمان پر دیسی بن کر رہے ہیں، مہندوؤں کے ساتھ ان کا ایسا خلط ملط ہوا کہ من تو شدم تو من شدی، من جان شدم تو تن شدی تاکہ نہ گوید بعد ازیں من دیگر مم تو دیگری

مہندوؤں میں چار دلائیں تو پہلے ہی سے تعیین جن میں آپس میں رشتہ داری منوع تھی تو ان کی طرح مسلمان بھی ایک پانچویں ذات بن گئے۔ خواراک کے فرق سے ان کی دلیری میں کچھ تھوڑا سا فرق ہو تو ہودرنہ آب و ہوانے مہندو اور مسلمانوں کی فطری قوتوں کو یکساں کر دیا۔ دلی میں بڑائے نام مسلمان شاہنشاہ اور لکھنو میں مسلمان بادشاہ تھا مگر یہ مہندوستانی حکومت تھی نہ کہ اسلامی اور نہ مسلمان یہ کئے کے جائز تھے کہ وہ حکمران قوم تھے اور مہندو حکوم قوم۔

یہ حال مہندوستانی دو آپہ کا تھا۔ پنجاب میں سکھوں کی ایک جری قوم پیدا ہوئی اور اس نے دہان اپنی مستحکم حکومت قائم کر لی۔ مہاراشرٹا کے مہندوؤں کی گردنوں پر تمدن دہندیب کا جو امپرسوٹا نہیں بیٹھا تھا اور وہ اپنے پھاڑوں میں آزادانہ مار دھاڑ کرتے پھرتے تھے۔ جس طرح وسطی ایشیا میں ہلاکو اور چنگیز خاں کے زمانہ میں ترکوں کی ٹولیاں گارت گری کرتے کرتے ملک گیری کرنے لگیں، مردوں کے دستے دستے ہر اس دمیں کو اپنی خدمتیں بچنے کے لئے تیار تھے جس کو ان کی مد کی ضرورت ہو۔ ان بے مہارتازہ دم بہادروں کو ایک اچھے پیڈر کی ضرورت تھی سو تھا صاریح وقت نے سیواجی کو پیدا کر دیا۔ پھر تو دکن، وسط ایشیا، گجرات، راجپوتانہ

مرہوں کے جلاں گاہیں ہو گئے اور سر طرف ان کی ریاستیں قائم ہو گئیں مشرق میں کلکتہ تک پہنچے تو شمال میں مرہوں نے دہلی پر بھی دھاوا بول دیا۔

خدا کو منظور نہ تھا کہ اقلیم مہندپر آئندہ مسلمان حکومت

سیاسی جدوجہد کریں یا مہندو حکومت کریں بلکہ اس کا یہ مشا تھا کہ مہندو اور مسلمان ایک ملت بن کر اپنی حکومت آپ کریں۔ اس عظیم الشان انقلاب کے برپا کرنے کے لئے مسبب الاصابہ نے جو سامان پیدا کئے ان میں انگریزوں کا ورد دبراز بر دست سبب تھا۔ خدا ہی نے چند روز کے لئے مہندوستان پر ایک ایسی غیر ایشیائی قوم کو سلط کر دیا جو مہند کونہ اپنا وطن بناسکتی تھی اور نہ نوابادی مہندوستان میں انگریزوں کے آنے کے بعد ہی یورپ میں بھاپ کی طاقت دریافت ہوئی اور یورپ سینس میں سرعت کے ساتھ ترقی کرنے لگا۔ علوم و فنون کے جو ذخیر یورپ میں صحیح ہو گئے ان سے انگریزی تعلیم ہی کی بدولت مہندوستان کی سیرالی ہو رہی ہے۔ مہند کی ذرا عتی، جنگلاتی اور معدنی زرخیز جو دنیا میں حرب الشل ہو رہی ہے، ان قدر تی سامانوں پر جب یورپ میں علوم و فنون کی پوری طرح عمل داری ہو گی تو مہندوستان سے بڑھ کر دنیا میں تمدن اور دولت مہندلک کیا کوئی اور ہو گا؟

بنا بر ایں وجوہ انگریز فطرت نہیں چاہتے کہ یہ سونے کی چڑیاں کے ٹاٹھ سے نکل جائے۔ مہندوں کو گھنٹہ ہے کہ یہاں ہماری اکثریت ہی اور سر جگہ اکثریت ہی کا بول بالا ہوتا ہے اور مسلمان اس بات پر اتراتے ہیں کہ

چین و عرب ہمارا مہندوستان ہمارا

مسلم ہیں ہم وطن ہے سارا جہاں ہمارا

اور ہے یہی کہ اسلامی دنیا میں مہندوستان بھی ایک صوبہ بن کر رہے ہے۔

سارے ہند کے متعلق اگر مسلمانوں کی مراد پوری نہ ہوئے تو کم ذرکم پنجاب، سرحد،
سنڌھا اور بلوچستان ہی کو جو ایک دوسرے سے لے گئے ہونے ہیں اور جہاں
ان کی اکثریت ہے، ایک دوسرے سے پیوند کر کے ان کو بخارا، خیوا، ایران
و افغانستان کے مانند ایک اسلامی ملک بنایا جائے۔ ان کو اتنا نہیں سوچتا
کہ ۵۰ ہندوؤں کے مقابلہ میں ۵۰ فی صد مسلمانوں کی بھلاکوئی ایسی اکثریت
ہے کہ پنجاب میں اسلامی تاثرات کا غلبہ ہو جائے اور اس صوبہ کی نوعیت بجا
ہندو کے اسلامی ہو جائے۔ یہ بھی تو سمجھنا چاہئے کہ ۵۰ فی کی اقلیت کی حالت
کے لئے سرحد، سنڌھا اور بنگال کو چھوڑ کر باقی سب صوبے تل پڑھنگے اور مرکزی
اور فدرل کونسل میں جوان کی جانب داری کرنگیں وہ الگ۔ کیا اس کے
مقابلہ میں مسلمانوں کی مدد کے لئے افغانستان آئیگا یا ایران؟

بنگال کی کونسل میں قانون کے ذریعہ سے مسلمانوں کی ۵۰ فی
صعد اکثریت فاعم کرا بھی لی جائے تو باش کے مسلمانوں کی تعلیمی اور اقتصادی
حالت نصف صدی میں بھی اس قابل نہیں ہو گی کہ وہ ہندوؤں کی برابری کرے
چہ جائے کہ ان پرستیت لے جائیں۔ بھراؤ صوبوں میں مسلمانوں کا کیا حال
ہو گا جہاں ان کی اقلیت تین سے چار فی صد ہے کیس بھی چودھ سے زیادہ۔
ہندو بھی سخت غلطی پر ہیں اگر وہ یہ سمجھتے ہیں کہ محض تعداد کے
دباوے سے وہ کونسلوں میں مسلمانوں کو نیچا دکھا سکنگے، یا ان کے حقوق کی پام
کر سکنگے۔ مسلمان چاہے تعلیم اور دولت میں کتنے ہی پیچے کیوں نہ ہوں، ان
کے مذہب، ان کے متون، ان کی شان دار روایتوں اور ان کی پہلی تاریخ نے
ہندوستان میں مسلمانوں کی پوزیشن ایسی اعلیٰ و ارفعی کر دی ہے اور ان

کو اس پوزیشن کا آئنا احساس ہوا اس پر آئنا؛ عکاد ہے کہ وہ اپنی اخلاقی قوت سے اپنا بچاؤ پ کر سکتے ہیں۔ بغیر مسلمانوں کی موالیت اور شرکتِ علی کے سارے اقیلیمِ عینہ کی جمود ری حکومت برقرار رکھنا تو اور بات ہے عینہ و کسی صوبہ میں بھی ایک روز جمود ری حکومت چلا نہیں سکتے۔

ہندوستانی کلچر میں سیاست کا اثر کے بعد اجدا تخلیق سے الگ الگ نسبِ العین ہونے کا بڑا مضر اثر ہندوستانی کلچر پر نصف صدی پڑ رہا ہے۔ جب سید محمد نماں نے مسلمانوں کو کامگر میں شریک ہونے سے روکا اور ان کی توجہ کو سیاست سے بچایا تو اپنی تعلیمی تنظیم کی طرف مائل کر دیا تو ہندو دل کے دلوں میں فطرتی یہ خیال پیدا ہوا کہ مسلمان ہندوستان میں اپنی ملحدہ قومیت قائم کرنا چاہتے ہیں اور وہ ہندو دل سے کوئی سروکار رکھنا نہیں چاہتے۔ اس لئے ہندو دل و لیدوں نے کوشش شروع کر دی کہ ہندوستانی زندگی کے شعبوں پر جو اسلامی زنگ چڑھ گیا ہے اس کو زامل کیا جائے اور ہندوستانیوں کے نشووناکو زیادہ ہندو دلی بنا دیا جائے۔ انہوں نے سب سے پہلے زبان پر توجہ کی کیوں کہ قومی کلچر کا دار و مدار زبان ہی پر ہے۔ انہوں نے فارسی رسم الخط کو تک کر کے دیوناگری حروف کو اس امید پر رواج دیا کہ ہندوستانی نہر کا سر پشمہ فارسی اور عربی کے بجائے برجی بھاشا اور سنسکرت جن جاتے۔ آگے چل کر جب مسلمانوں نے سیاسی جدوجہد شروع کی اور خیں مذہب کی بنابر انہوں نے اپنے لئے علیہ حلقوماںے انتخاب کا مطابعہ کیا تو ہندو دلوں نے بھی اپنی مذہبی تنظیم کے لئے ہندوستان کی بیساکھیاں برس سال کو جب مردم شماری ہوتی تھی مسلمانوں کی تعداد میں ہندو ملابلہ میں بہت زیادہ اضافہ نظر آتا تھا تو اس کو انہوں نے

مسلمانوں کی تبلیغی تحریک کا نتیجہ قرار دیا، اور لوگوں کو اپنے ذمہ میں واپس پھیر یعنی کی غرض سے شدید کاریا طریقہ ایجاد کیا۔

ایک عرصہ تک یہ دونوں آخرالذکر تحریکیں یعنی بندوں میں اور شدیدی بے جان تھیں، اور تعلیم یافتہ بندوں میں کوئی اہمیت نہیں دیتے تھے، اب جو ان میں غیر معمولی قوت پیدا ہو گئی ہے تو اس کے باعث بھی مسلمانوں یہ کی نما عاقبت اندیشی ہوئی ہے۔ اس کی کیفیت یہ ہے کہ جب کانگرس اور مسلم لیگ میں اس بات پر بحث ہو گیا کہ کونسلوں میں مسلمانوں کے لئے ان کی تعداد کی نسبت سے زیادہ نشستیں دی جائیں اور ان کا انتخاب علیحدہ مسلمان صفوں کے ذریعہ سے ہو، تو مسلمان کانگرس میں جو قبیلہ داخل ہونے لگے۔ اس سے مسلمانوں اور بندوں میں سیاسی موالا اس قدر بڑھ گئی کہ اختتام جنگ عظیم کے بعد مسلمانوں نے خلافت کی تحریک شروع کی تو خلافت کے سوال پر خصوصاً اور حصول آزادی کے مطالبہ پر عموماً کانگرس نے گورنمنٹ کے ساتھ ترک موالات کا رزو لوشن پاس کر دیا۔ سات برس تک اس غیر تشدد جنگ میں بندوں اور مسلمان ایک جان دو فالب ہو کر گورنمنٹ کے رہنے والے، جس سے گورنمنٹ کے چھکے چھوٹ گئے۔ یہ عجیب و غریب اتحاد بآہمی اعتماد بآہمی کا لازمی نتیجہ تھا۔ ہر کانگرسی علیس میں مسلمانوں کی رائے کی قرار دافعی قدر کی جاتی تھی کیوں کہ وہ رائے ملکی مفاد کو مد نظر رکھتے ہوئے سمجھی نیت سے دی جاتی تھی۔ اسی طرح خلافت کی کارروائیوں میں مسلمان بھی بغیر بندوں کے مشورے کے قدم نہیں اٹھاتے تھے۔ اکثریت اور اقلیت کا سوال تھا تو صرف اس قدر کہ اکثریت کو اقلیت کی رعایت ہوتی تھی اس لئے بالآخر اقلیت کا اکثریت پر نمادانستہ علیہ ہوتا تھا۔

نہرو رپورٹ نے جس کے مرتب کرنے میں آل پارٹیز کیشی کا نہ کر قطعاً کانگرس کا ہاتھ تھا، مسلمانوں کو بھر کا دیا۔ تب سے بندوں اور مسلمان ایک دوسرے کا ہاتھ تھا۔

ہیں۔ ادھر ہما بھائی ہندہ و بہت خوش ہیں کہ مسلمانوں کا جو اقتداء اور اثر کا نگری
جلسوں میں تھادہ جاتا رہا، اور بعض مسلم لیڈرؤں کی حرکتوں سے منفر ہو کر بہت سے
نیاشنسٹ ہندو بھی مسلمانوں سے عموماً بدبطن ہو گئے ہیں اور مندو ہمہا بھائی کے اثر میں
آنے لگے ہیں ادھر انگریزوں کی ہاں میں ہاں ٹانے والے مسلمان بغلیں بجا تے ہیں ٹیا
مسلمانوں کا کفر ٹوٹا خدا خدا کر کے۔

آنکھ سے آنکھ ہے لڑتی مجھے ڈر ہے دل کا

کہیں یہ جائے نہ اس جنگ و جدل میں مارا

ہندو مسلم ژائی میں اس کا ڈر ڈر ہے کہ کہیں ہندوستانی پلچر نہ تباہ ہو جائے ادھر ہندو
جان توڑ کو ٹھش کر رہے ہیں روح مذہب کی حفاظت کی نہیں بلکہ اس دعیا نوی سو شیل ڈھانے
کی حفاظت کی جس پر ٹھانی سے مذہب کا اطلاق کیا جاتا ہے، اور جو اس قدر پوسیدہ اور از
کار رفتہ ہو گیا ہے کہ جب تک وہ باقی رہے گا ہندو کبھی ترقی کرنے کے متداول اقوام کے ہم
صف نہیں ہو سکتے۔ ادھر مسلمانوں کا اپنے خدا پر سے بھروسہ اٹھ گیا ہے جس نے قرآن
کی حفاظت کا وعدہ کیا تھا، اور وہ سمجھتے ہیں کہ اسلام کی خیر اسی میں ہے کہ اس کی حفاظت
کا کاغذی تاذون ذمہ دار ہو۔ ایک طرف ہندو ہندوستانی زبان ہندوستانی پلچر کو ٹھیٹ
ہندی بنانے کے درپے ہیں اور اپنی وضع قطع، رسم و رواج میں ان کا رخ قدامت کی طرف
جو رہا ہے، تو دوسری طرف مسلمان اپنی زبان کو اسلامی زبان اور اپنے پلچر کو اسلامی پلچر فراہد
کر اس کو ہندوؤں کے دست بردار سے بچانا پا رہے ہیں اور دوسرے جدید میں جس عبا کو عربوں نے
اپنے بدن سے نکال دولا، اور جس ٹوپی کو ترکوں نے لپنے سر سے اُتار پھینکا، ان کو پہنے ہوئے مسلمان
اپنے زعم میں اپنی اسلامی وضع داری کا اعلان کرتے ہیں۔

ہندوستانی پلچر کا مستقبل مسلمانوں کو یہ یا درکھنا چاہئے کہ جس زبان اور
جس پلچر کا تحفظ وہ نئے کانٹیوشن میں چاہئے میں

اسلامی زبان اور اسلامی کلچر نہیں ہے بلکہ وہ مہند و سستا نی زبان اور مہند و سانی کلچر ہے جو مسلمان اور مہند و دو نوں کی مشترکہ صیراث ہے بخند و بھی یہ بھول نہیں سکتے کہ تھے شماں مہند میں مہند و سستا نی زبان اور کلچر کو برقرار رکھنے میں مہند و اور مسلمان کا براپری کا حصہ تھے تو ان کو دوسرا سے صوبوں میں پھیلانے اور دنہ ان کو آب تاب کے ساتھ قائم رکھنے کا مہتمم باشان کام کو مسلمانوں ہی نے سر انجام دیا ہے اور اب بھی وہ اس پرستدیدی سے لگے ہوئے ہیں۔ صوبوں کی زبانوں اور کلچروں پر اگر مہند و سانی زبان اور کلچر کا تعلیم روز بروز مردھنا جاتا ہے اور سوراج کی عمل و اڑی میں وہ اور بھی مصاف ہو جائیگا تو یہ مہند و سانی کلچر کی تہہ گیری بھی مسلمانوں ہی کی حسن خدمت کا نتیجہ ہے۔ اس لئے ان صوبوں اور ریاستوں کی کوئی نہیں اگر مسلمانوں کو مہند و سانی زبان میں تعلیم حاصل کرنے اور ترقی کرنے میں مدد و میتی ہیں تو یہ مسلمان قوم پر کوئی خاص حساسیت نہیں کرتیں بلکہ وہ پناہی فرض ادا کریں جو آل انڈیا کلچر کے متعلق ان پر خاید اور لاذی ہے۔

اے خدا ہم سب کو توفیق دے کہ اپنی حالت کے سنوارنے میں ہم اس راہستیقیم سے نہ ہیں جس کی بطور رب العالمین کے تو نے ہم سب کو مدد کی ہے۔ اے خدا ہم کو تو داد چلاں کی جن پر تو نے غفت کی ہے نہ ان کی جن پر تیرا غضب ہوا ہے اور نہ گمراہوں کی۔ بس یہی ہماری دن میں پانچ بار دہراتی جانے والی دعا ہے۔

﴿۷۰. تم نے تم کو سبع شانی یعنی سات آیتیں دی ہیں جو رنگیں (جو) قرآن عظیم ہے﴾ ۷۱. بعاس سبع شانی سے مراد سورہ فاتحہ ہے۔

شاہی پرنسز ہر ملکیتیں مدرس